مقدمہ

اصل مضمون شروع کرنے سے قبل چند اصولی امور کا بطور تمہید کے بیان کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

اصل نمبر ۱۔ خواہ کوئی کتنا بھی عند اللہ مقبول و منظور ہو جائے۔ غیب پر اس کو کوئی تصرف و تسلط حاصل نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کہ جن سے بڑھ کر کوئی خدا کے حضور معزز و مکرم نہیں ہو سکتا وہ بھی بالذات عالم الغیب نہیں ہوتے۔ بلکہ ولا یحیطون بشیء من علمہ الا بما شاء اور عالم الغیب فلا یظہر علیٰ غیبہ احدًا الا من ارتضیٰ من رسول کے ماتحت ان کو بھی جس قدر علم خدا تعالیٰ کی طرف سے دیا جاتا ہے اسی قدر وہ بتا سکتے ہیں۔ دنیٰ فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ کے مصداق حضرت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی انما انا بشر مثلکم ہی کی ندا کرتے ہیں۔ کہ (فلا اقول لکم انی اعلم الغیب) میں بالذات عالم الغیب نہیں ہوں (یوحی الیّ) جو کچھ خدا تعالیٰ بذریعہ وحی و الہام مجھ پر ظاہر کرے وہی میں آگے ظاہر کر سکتا ہوں پس یہ بدیہی اور واضح بات ہے کہ علم غیب مختص بذات باری تعالیٰ ہے نبی و رسول کو اس صفت سے بالذات کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا الا ما اظہرہ اللہ علیہ۔

اصل نمبر ۲۔ نیز اہل بصیرت و اہل علم پر یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ انبیاء کو غیبی امور پر بذریعہ الہام و کشوف و رؤیا ہی کے مطلع کیا جاتا ہے اور کہ کشوف و رؤیا بالعموم تعبیر طلب و ماؤل ہوتے ہیں یعنی ظاہر میں کچھ اور دکھایا اور بتایا جاتا ہے اور مراد اس سے کچھ اور ہوتی ہے چنانچہ قرآن مجید میں جتنے رؤیا بیان ہوئے ہیں سوائے ایک کے باقی تمام کو صرف عن الظاہر کر کے ان کی تعبیر و تاویل کی گئی ہے۔ مثلاً[عـ۱] حضرت یوسف علیہ السلام کا رؤیا انی رأیت احد عشر کوکبا والشمس والقمر رأیتہم لی ساجدین۔ کہ قمرین اور گیارہ ستارے مجھ کو سجدہ کر رہے ہیں اسوقت جبکہ انہوں نے یہ رؤیا دیکھا خود بھی اسکی اصل حقیقت سے واقف نہ تھے مگر جب ورفع ابویہ علی العرش وخرّوا لہ سجدًا کا نظارہ مشاہدہ کیا۔ تو تب زبان پر جاری ہوا یا ابت ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلھا ربی حقا دیکھو خواب میں ستارے و چاند و سورج سجدہ کرتے ہوئے دکھائے گئے مگر مراد بھائی اور ماں باپ تھے۔ دوسرا[عـ۲] رؤیا ابو الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے یا بنیّ انی اریٰ فی المنام انی اذبحک یعنی خواب میں دیکھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں حالانکہ ذبح ابن سے فی الحقیقت بیٹے کا ذبح مراد نہ تھا مگر حضرت ابراہیمؑ سے بھی اسکی تاویل مخفی رہی وہ اسکو ظاہر پر محمول کر کے واقعی ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ تب خدا نے اصل حقیقت سے آگاہی فرما دی اور اس سے باز رکھا۔ تیسرا[عـ۳] اور چوتھا[عـ۴]

حضرت یوسفؑ کے دو قیدی مصاحبوں کا رؤیا ہے جن کا ذکر سورۂ یوسف میں یوں آیا ہے ودخل معہ السجن فتیان قال احدھما انی ارانی اعصر خمرًا وقال الاٰخر انی ارانی احمل فوق راسی خبزًا تاکل الطیر منہ نبئنا بتاویلہ یعنی ایک نے کہا میں نے اپنے آپکو انگور نچوڑتے ہوئے دیکھا ہے۔ اور دوسرے نے کہا میں نے دیکھا میرے سر پر روٹیاں ہیں جن کو پرندے کھا رہے ہیں۔ آپ ان دونو خوابوں کی حقیقت بتایئے آپنے فرمایا یا صاحبی السجن اما احدکما فیسقی ربہ خمرًا واما الاٰخر فیصلب فتاکل الطیر من راسہ۔ پہلے رؤیا کی تعبیر یہ کی کہ وہ اپنے آقا کو شراب پلانے پر مقرر ہوگا۔ اور دوسرے کی یہ کہ وہ پھانسی دیا جاویگا اور اسکے سر کو نوچ نوچ کر پرندے کھا وینگے۔ پانچواں رؤیا فرعون مصر کی ہے چنانچہ لکھا ہے وقال الملک انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف وسبع سنبلات خضر واخر یابسٰت یا ایھا الملاء افتونی فی رؤیای ان کنتم للرؤیا تعبرون۔ کہ میں نے دیکھا کہ سات موٹی گائیوں کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں نیز یہ کہ سات سرسبز اور کچھ خشک بالوں کو دیکھا ہے جس کی تعبیر معبرین کو تو نہ آئی مگر حضرت یوسفؑ نے فرمایا قال تزرعون سبع سنین دابًا فما حصدتم فذروہ کہ سبع بقرات سمان سے مراد سات سال ہیں جن میں تم خوب زراعت کروگے اور سبع عجاف سے مراد قحط کے سات سال ہیں۔ جو اس آسائش کے بعد آوینگے جو کچھ تم نے پہلے سالوں سے بچایا ہوگا وہ ان میں صرف ہو جائیگا پھر اسکے بعد ایک سال آئیگا کہ اس میں خوب پانی برسے گا اور وہ اس سال انگور نچوڑینگے۔ چھٹا رؤیا آنحضرت صلعم کا ہے کہ آپنے امن وامان سے طواف کرتے ہوئے دیکھا تھا لتدخلن المسجد الحرام پس اگر قرآن مجید میں بیان کردہ کشوف و رؤیا پر بھی علم التعبیر کی بنیاد سمجھ لیجاوے تو بھی کم از کم علم التعبیر کا ۶ حصہ قابل تاویل و تعبیر ٹھیرا جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ زیادہ تر و کثرت کے ساتھ کشوف میں صرف عن الظاہر الی الباطن ہوتا ہے۔ اور اس امر کی تائید ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ "آنحضرت صلعم کو الہام منامی یعنی خواب میں حضرت عائشہ صدیقہ کی صورت قبل از نکاح دو دفعہ مشاہدہ کرائی گئی اور کہا گیا کہ یہ تیری زوجہ ہوگی تو آپنے فرمایا کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے یعنی بظاہر معنی کہ اس صورت سے عائشہ صدیقہ ہی مراد ہو تو خدا ایسا ہی کریگا" آنحضرتؐ کا "ان یک ھذا" فرمانا صاف بتا رہا ہے کہ آپؐ سمجھتے تھے کہ بعض دفعہ خواب میں ایک بات ظاہر کیجاتی ہے مگر مراد اس سے کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ چنانچہ اسکے لئے چند شواہد علاوہ شواہد مذکورہ کے اور بھی بیان کئے جاتے ہیں۔

شاہد اوّل یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے خواب میں گائیاں ذبح ہوتی ہوئی دیکھیں اور مراد ان سے جنگ احد میں شہید ہونیوالے صحابہؓ تھے۔ بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۸

" ۲۔ خواب میں دو کنگن سونے کے آپنے پہنے ہوئے دیکھے فقال اولتھما کذابین یخرجان بعدی

بخاری جلد ۲ صفحہ ۱۸۸) تو آپ نے فرمایا کہ اسکی تاویل یہ ہے کہ دو کذاب میری مخالفت میں دعوٰئے نبوت کرینگے۔

شاہد ۳ - حضرت زرارہؓ صحابی نے خواب میں گدھی دیکھی رسول اللہ صلعم نے اسکی تعبیر لونڈی سے کی۔ (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۵)

" **۴** - اسی رؤیا میں انہوں نے آگ کو دیکھا تو آپ نے اسکی تعبیر فتن سے کی۔

" **۵** - آنحضرتؐ نے خواب میں دودھ پیا قالوا فما اوّلتہٗ یا رسول اللہ قال العلم اور تاویل اس کی علم سے کی۔ بخاری جلد رابع صفحہ ۱۴۴

" **۶** - آپ نے حضرت عمرؓ کو قمیص پہنے دیکھا قالوا اما اولت یا رسول اللہ قال الدین جس کی تعبیر آپ نے دین سے کی۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۲

" **۷** - ایک سیاہ رنگ کی عورت خواب میں دیکھی تو آپ نے فرمایا مراد اس سے وباء اور بخار ہے۔ بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۵

اصل نمبر ۳ - چونکہ پیشگوئیوں اور اخبار مستقبلہ (کہ جن کا علم بذریعہ کشوف و الہام ہی کے ہوتا ہے) میں بالعموم استعارات وکنایات ہوتے ہیں جیسا کہ تمام کتب سماویہ اسپر شاہد ہیں اسلئے بعض دفعہ خود ملہم اور صاحب کشف بھی اسکی ماہیت وحقیقت سمجھ نہیں سکتا۔ چنانچہ اسکے نظائر وامثلہ بھی انبیاء علیہم السلام کے حالات میں نمایاں طور پر پائے جاتے ہیں۔ خود سرور کائنات صلعم ہی کے بعض وقائع اس امر پر بخوبی روشنی ڈالتے ہیں۔ مثلاً مشہور واقعہ صلح حدیبیہ ہی کا ہے کہ آپ نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ مع کثیر التعداد صحابیوں کے امن وامان کے ساتھ احکام حج بجالا رہے ہیں آنحضرتؐ نے سمجھا کہ مراد اس رؤیا کی یہی ہے۔ جو ہم اسی سال بیت اللہ کا طواف کرینگے چنانچہ آپ قریباً چودہ پندرہ سو اصحاب کو ہمراہ لیکر اسی سال مدینہ سے مکّہ کی طرف بقصد عمرہ روانہ ہو پڑے مگر بوجہ مشرکین مکہ کے اشتعال میں آجانے کے آپکو ان کے ساتھ صلح کر کے بغیر عمرہ کئے مکّہ کے قریب سے واپس آنا پڑا۔ اور صلح نامہ پر فریقین کے دستخط ہوجانے کے بعد جب آپ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ قربانیوں کو اسی جگہ ذبح کردو تو باوجودیکہ آپ نے تین دفعہ یہ حکم دیا ایک مسلمان بھی تعمیل حکم کے لئے نہ اٹھا (کتاب الذبح بخاری) جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہؓ کو کسقدر اس رؤیا کے پورا نہ ہونے پر صدمہ ہوا تھا۔ حتّٰی کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو بھی تردد و اضطراب پیدا ہوا چنانچہ انہوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کی۔ الست نبی اللہ حقاً قال بلٰی...... او لیس کنت تحدثنا انا سناتی البیت فنطوف بہ قال بلٰی فاخبرتک انا ناتیہ العام

یعنی آپ رسول برحق ہیں اور آپ ہمیں یہ رؤیا سناتے تھے (رؤیا الانبیاء وحی باتفاق الامۃ تفسیر منازل السائرین مدارج السالکین صفحہ ۹ مصنفہ امام شیخ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) کہ ہم ضرور طواف کرینگے اب کیوں بغیر طواف کئے واپس جارہے ہیں آپ نے فرمایا کیا رؤیا میں یہ بھی تھا کہ اسی سال حج کرینگے؟ (یعنی یہ میرا اپنا اجتہاد تھا کہ ہم اسی سال آگئے) پس آپکا یہ اجتہاد اور خیال کہ رؤیا میں طواف کرنے سے مراد اسی سال طواف کرنا ہے صحیح نہ نکلا۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ خود ملہم بھی رؤیا کے سمجھنے میں غلطی کھا سکتا ہے۔ فھو المراد۔

پھر لکھا ہے کہ "آنحضرت صلعم کو الہام منامی یعنی رؤیا میں آپکی ہجرت کی ایسی جگہ دکھائی گئی جس میں درخت خرما تھے اس کی تعبیر آپکے خیال میں یہ آئی کہ وہ یمامہ ہے یا موضع ہجر مگر یہ خیال واقعہ کے مخالف نکلا وہ ہجرت کی جگہ مدینہ طیبہ تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے خود اس کا اظہار فرمایا" (رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۷ نمبر ۹ (مولوی محمد حسین بٹالوی) بخاری جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ - نیز مشکوٰۃ ص میں حدیث ہے

یعنی رسول اللہ صلعم نے اپنی ازواج مطہرات کو فرمایا کہ تم میں سے مجھے وہ ملیگی جس کے ہاتھ زیادہ لمبے ہیں انہوں نے روبرو آپکے اپنے ہاتھوں کو ناپا تو سودہ کے ہاتھ لمبے نکلے مگر جب حضرت زینبؓ پہلے فوت ہوگئی تو تب انہوں نے سمجھا کہ لمبے ہاتھوں سے سخاوت مراد تھی کیونکہ وہ سب سے زیادہ سخی تھیں (بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۸۰ مطبوعہ مصر) علاوہ اس کے کہ ازواج مطہرات کو طول ید کی مراد سمجھنے میں غلطی لگی خود آنحضرتؐ کی توجہ بھی اس طرف نہیں پھری ورنہ آپ انکو ہاتھ ناپنے سے روک دیتے اور فرماتے کہ مراد سخاوت ہی ہے نہ کہ ظاہری ہاتھوں کی لمبائی اور تعجب ہے کہ طول ید سے سخاوت مراد لینا عرب میں عام شائع و ذائع تھا۔ اسی طرح آنحضرت کی وہ رؤیا بھی ہے جس میں عائشہ صدیقہ کی صورت قبل از نکاح آپکو دکھائی گئی تھی اور کہا گیا تھا کہ یہ تیری زوجہ ہوگی آنحضرتؐ کو باوجودیکہ آپکو اصل الہام میں شک نہ تھا اور انبیاء کا الہام منامی ہی کیوں نہ ہو یقینی ہوا کرتا ہے اس الہام کی تعبیر و مراد سمجھنے میں اشتباہ واقع ہو گیا اور آپنے یہ فرمایا کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے (یعنی بظاہر معنی کہ اس صورت سے عائشہ صدیقہ ہی مراد ہو) (جیسا کہ میں سمجھتا ہوں) تو خدا اسکو سچا کریگا۔ قال القسطلانی ناقلاً عن شرح المشکوٰۃ وجہ التردد ھل ھی رؤیا علیٰ ظاھرھا و حقیقتھا او رؤیا لھا تعبیر و کلا الامرین جائز فی حق الانبیاء قال فی الفتح ھو المعتمد و بہ جزم السھیلی عن ابن العربی شرح قسطلانی جلد ۶ ص ۲۳۷

یعنی امام قسطلانی نے کہا ہے کہ وجہ آنحضرت کے تردد کی یہ تھی یا آپکو اس بات میں تردد تھا کہ کیا یہ الہام اپنے ظاہر اور حقیقت پر محمول ہے یا اس سے کچھ اور مراد ہے پھر کہتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہ دونو باتیں جائز ہیں یا دیہی مذہب امام سہیلی و ابن عربی کا ہے یعنی یہ کہ نبیوں کے الہام و کشوف کبھی علی الظاہر پورے ہو جاتے ہیں اور کبھی انکی کوئی تعبیر و تاویل ہوتی ہے جو بعض دفعہ خود انکی نظر سے بھی مخفی رہتی ہے۔ قال القاضی عیاض المراد ان تکون الرؤیا علیٰ ظاھرھا لا تحتاج الیٰ تعبیر و تفسیر فیمضہ اللہ فالشک عائد الیٰ انھا رؤیا علیٰ ظاھرھا ام تحتاج الیٰ تعبیر و صرف عن ظاھرھا (مرقات جلد ۵ ص ۶۱۲) مطلب وہی جو اوپر کی عبارت میں گذرا ہے)

پس جبکہ ان مذکورہ الہاموں اور کشوف کے معنی سمجھنے میں سید الملہمین و خاتم المرسلین صلعم کو بھی شک و اشتباہ واقع ہوا اور بعضوں کے معنی سمجھنے میں تو آپکا خیال واقعہ کے بھی مخالف نکلا تو پھر اور کوئی اگر کسی الہام و کشف یا پیشگوئی کے معنی

اور حقیقت سمجھنے میں ٹھوکر کھائے تو کونسا محل تعجب وانکار ہو سکتا ہے۔

جیسے مثلاً حضرت نوح علیہ السلام کا اجتہاد بھی غلط نکلا جبکہ ان کو الہاماً بتایا گیا کہ ان کے سب اہل غرق ہونے سے بچائے جائینگے مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کا بیٹا غرق ہو گیا ہے تو دربار خداوندی میں یوں ندا کرنے لگے یا رب ان ابنی من اھلی وان وعدك الحق کہ میرا بیٹا میرے اہل سے تھا اور تیرا وعدہ تھا کہ اہل کو بچاؤ نگا پھر وہ کیوں غرق ہو گیا۔ اس سے صاف عیاں ہے کہ حضرت نوحؑ سے لفظ اہل کی مراد سمجھنے میں خطا ہوئی۔ انہوں نے سمجھا کہ میرے کنبہ کے تمام افراد خواہ وہ مجھ پر ایمان لائے ہوں یا نہ اور نیک ہوں یا بد میرے اہل ہیں حالانکہ ایسا نہ تھا۔

اصل نمبر ۴ - در اصل پیش آمدہ واقعات یعنی پیشگوئیوں کے بعض حصص میں کسی قدر اخفاء کا ہونا بھی ضروری ہے تاکہ یؤمنون بالغیب کی حد سے نہ نکل جاوے۔ اور ان پر ایمان والے کسی اجر کے مستحق ہو سکیں۔ پس ان باتوں میں کہ جن پر ایمان لانے سے اجر یا ثواب ملتا ہے اخفاء و اشتباہ کا ہونا لازمی ہے تاکہ حسن ظنی رکھنے والوں اور ان کے غیر میں امتیاز ہو جائے۔

اصل نمبر ۵ - الہام و کشف میں کبھی شخص جزئی دکھایا جاتا ہے اور مراد اس سے کلی یعنی کئی افراد ہوتے ہیں و بالعکس جیسا کہ حضرت زرارہؓ صحابی کے متعلق لکھا ہے فقال زرارة یا رسول اللہ رأیت فی طریق رؤیا .... ورأینا النعمان ابن المنذر وعلیہ قرطان وملیحان ومسکتان .... فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما النعمان وما علیہ فذالك ملك العرب یعیر الی افضل بھجتہ وزینتہ ۔ یعنی حضرت زرارہؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے خواب میں نعمان ابن المنذر قدیمی بادشاہ عرب کو اسکی تمامتر آسائش و آرام کے ساتھ دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا اس سے مراد اہل عرب ہیں (اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۳ صفحہ ۱۴۷)

اصل نمبر ۶ - کبھی بیان و ذکر بظاہر ایک چیز کا کیا جاتا ہے مگر مراد اس سے غیر معین یعنی امر کلی ہوتا ہے۔ جیسا کہ ضرب اللہ مثلاً قریۃ الخ پر صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں المسئلة الثانیة - المثل قد یضرب بشیئ موصوف بصفة معینة سواء کان ذالك الشیئ او لم یکن فهذه القریة التی ضرب اللہ بها هذ المثل یحتمل ان یکون شیئاً مفروضاً (اور آیت ھو الذی خلقکم الخ کے ذیل میں لکھتے ہیں التاویل الاولی ما ذکرہ القفال انہ تعالی ذکر هذه القصة علی تمثیل ضرب المثل (تفسیر کبیر جلد ۔ ص ۔) شاہ ولی اللہ صاحب فائدہ میں لکھتے ہیں "وجود جمیع قیود در امثال المواضع ضرور نیست" اور صاحب تفسیر جامع البیان لکھتے ہیں کمثل جنة الخ وھذا تمثیل لا یجب وجودہ (جامع البیان)

ان تمہیدی امور کے بیان کر دینے کے بعد اب میں اصل مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ مگر اتنی غرض ناظرین سے اور کر دینی ضروری ہے۔ کہ چونکہ خروج دجال کی خبر بھی از قسم رؤیا و کشف ہے جیسا کہ شارح مشکوٰۃ ملا علی قاری نے بھی لکھا ہے اسلئے اس پر غور کرتے ہوئے بھی مذکورہ بالا اصولوں کو (جن کی صحت پر قرآن و حدیث بلکہ تمام کتب الہیہ شاہد ہیں اور انبیاء علیہم السلام

کے وقائع و سوانح سے بھی ان کی تائید و تصدیق ہوتی ہے، مدِ نظر رکھا جاوے۔

تحقیق لفظ دجّال مع وجہ تسمیہ

آنحضرت صلعم نے جس فتنہ ساز وجود سے ڈرایا ہے اسکو الدجّال کے نام سے ذکر کیا ہے اسلئے ضروری ہوا۔ کہ ہم اس لفظ کے معنی پر غور کریں اور اس دشمن خدا اور رسول کو اس نام سے پکارے جانے کی وجہ تسمیہ معلوم کریں تاکہ اس کے فتنہ و فساد کی نوعیت کا پتہ لگ سکے۔ سو جاننا چاہیئے کہ معتبر اور مستند کتب لغات عرب میں اسکے متعلق حسب ذیل بیانات مندرج ہیں:-

(۱) الداجل۔ المتموہ الکذاب وبہ سمی الدجال یعنی دجل ملمع ساز اور کذاب کو کہتے ہیں اور اسی لئے اس کا نام الدجال رکھا گیا ہے۔ (۲) الدجال یخرج فی اٰخر ھذہ الامۃ سُمّی بذالک لانہ یدجل الحق بالباطل وقیل بل لانہ یغطی الارض بکثرۃ جموعہ۔ (۳) وقال ابن خالویہ لیس احد فسر الدجال احسن من تفسیر ابی عمر قال الدجال اَلْمُمَوِّہُ فعال من ابنیۃ المبالغۃ ای یکثر منہ الکذب والتلبیس وقیل سمی بذالک لانہ یستر الحق بکذبہ (۴) والدجال والدجاجلۃ۔ الرفقۃ العظیمۃ تغطی الارض بکثرۃ اھلھا وقیل ھی الرفقۃ تحمل المتاع للتجارۃ (لسان العرب جلد ۱۳ صفحہ ۱۵۱)

(۵) قال ابو العباس سمی الدجال دجالاً لضربہ فی الارض وقطعہ اکثر نواحیھا وقال مرۃ اخرٰی سمی دجالاً لتمویھہ علی الناس وتلبیسہ وتزیینہ الباطل صفحہ ۲۵۲ (۶) الدجال علٰی وزن فعّال فقال الدجل وھو الکذب والتمویہ وخلط الحق بالباطل وھو کذاب مُمَوِّہ خلّاط وقال ابن درید سمی بہ لانہ یغطی الارض بالجمع الکثیر (عمدۃ القاری جلد اوّل صفحہ ۴۸۶)

(۷) قال ثعلب الدجال المموّہ (زرقانی جلد ۶ صفحہ ۲۲۵) (۸) الرفقۃ العظیمۃ (لوامع التنزیل جلد ۲ صفحہ ۳۶۵)

(۹) مجمع البحار میں جو لغات احادیث میں نہایت اعلیٰ پایہ کی کتاب تسلیم کی گئی ہے یوں لکھا ہے ان ابا بکر خطب فاطمۃ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال وعدتُھا لعلّی ولستُ بدجال ای ولستُ بخدّاع ولا ملبس علیک امرک واصل الدجل الخلط دجل اذا لبّس وموّہ صفحہ ۳۹۷ (۱۰) مرقات شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۱۸۷ میں ملّا علی قاری لکھتے ہیں ھو من دجل اذا ساح فی الارض وفی النھایۃ اصل الدجل الخلط (والدجال۔ الکذاب صفحہ ۱۹۰) ان کے علاوہ تاج العروس۔ قاموس۔ اقرب الموارد۔ صراح۔ منتھی الارب۔ صحاح جوہری غرضیکہ تمام عربی لغات میں بتغیر الفاظ یہی معنی لکھے ہیں یعنی کذاب سخت جھوٹا فریبی و مکار۔ ملمع ساز۔ حق کو باطل کے ساتھ ملانیوالا۔ باطل کو مزین کرکے ظاہر کرنیوالا۔ سیاح۔ ایک بڑا گروہ جو بوجہ کثرت کے اکثر حصۂ زمین میں پھیلا ہوا ہو۔ تجارتی کمپنی وغیرہ وغیرہ

گو دجّال ایک عام لفظ ہے جو ہر کذاب وغیرہ پر صادق آسکتا ہے مگر اس کا نام خاص طور پر الدجال اسلئے رکھا گیا کہ وہ ان تمام معانی کا سب سے بڑھکر اور نمایاں طور پر گویا مجسمہ ہوگا۔ یعنی اگر اور کوئی صرف دجّال ہے تو وہ صفت دجّالیت کا مظہر اتم ہونیکی وجہ سے الدجّال یعنی دجّال اکبر کہلانیکا مستحق ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ما بین خلق اٰدم الیٰ قیام الساعۃ خلق اکبر من فتنۃ الدجال کہ حضرت آدم سے لیکر تا قیامت الدجّال کے فتنہ و فساد سے بڑھکر اور کسی کا فتنہ نہیں ہے (مشکوٰۃ صفحہ ۴۸۷)

احادیث متعلّقہ ذکر الدّجّال

مندرجہ ذیل احادیث میں دجّال کا ذکر مع اسکے صفات و علامات کے کیا گیا ہے :۔

حدیث نمبر ۱۔ ما بین خلق اٰدم الیٰ قیام الساعۃ امر اکبر من الدجال (مسلم) (مشکوٰۃ صفحہ) فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ آدمؑ سے لیکر تا قیامت کوئی فتنہ دجّال کے فتنہ سے بڑا نہیں ہے۔

نمبر ۲۔ انّ اللہ تعالیٰ لیس باعور وانّ المسیح الدجّال اعور عین الیمنیٰ کانّ عینہٗ عنبۃ طافیۃ (بخاری و مسلم) یعنی خدا تعالیٰ اعور نہیں ہے دجّال اعور ہوگا دائیں آنکھ سے گویا اسکی آنکھ انگور کا دانہ ہے ابھرا ہوا (مشکوٰۃ صفحہ)

نمبر ۳۔ مکتوب بین عینیہ ک۔ف۔ر (بخاری و مسلم) کہ مابین دجّال کی آنکھوں کے کفر لکھا ہوگا (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲)

نمبر ۴۔ ان الدجّال ممسوح العین علیہا ظفرۃ غلیظۃ مکتوب بین عینیہ کافر یقرءہٗ کل مومن کاتب وغیر کاتب (مسلم) کہ دجّال کی آنکھ مٹی ہوئی ہوگی جسپر ایک موٹا سا ناخنہ ہوگا اور اسکی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا جسکو صرف مومن ہی پڑھ سکیگا خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ (مشکوٰۃ صفحہ)

نمبر ۵۔ الدجال اعور العین الیسریٰ۔۔۔۔ معہٗ جنۃ و نار یعنی دجّال بائیں آنکھ سے اعور ہوگا اور اسکے ساتھ جنّت و دوزخ

نمبر ۶۔ انہ شاب قطط یعنی وہ جوان گھنگریالے بالوں والا ہوگا (مشکوٰۃ)

نمبر ۷۔ انہ خارج خلۃ بین الشام والعراق فعاث یمینًا وعاث شمالًا یا عباد اللہ فاثبتوا قلنا یا رسول اللہ وما لبثہٗ فی الارض قال اربعین یومًا یوم کسنۃ ویوم کشہر ویوم کجمعۃ وسائر ایامہ کایامکم۔۔۔ قلنا یا رسول اللہ وما اسراعہٗ فی الارض قال کالغیث استدبرتہ الریح۔۔۔ فیأمر السماء فتمطر والارض فتنبت۔۔۔ ویمر بالخربۃ فیقول اخرجی کنوزک فتتبعہٗ کنوزھا کیعاسیب النحل ثم یدعوا رجلًا ممتلئًا شابًا فیضربہ بالسیف فیقطعہٗ جزلتین۔ یعنی فرمایا کہ وہ علاقہ مابین شام و عراق سے نکلیگا اور دائیں بائیں فساد ڈالیگا سو اے اللہ کے بندو! اسوقت تم ثابت قدم رہنا۔ صحابہؓ نے

عرض کی یا رسول اللہ وہ زمین میں کتنی مدت ٹھیرے گا فرمایا ۴۰ دن بعض دن مانند سال کی اور بعض مانند مہینے کی اور بعض مثل جمعہ کے ہونگے اور باقی دن مثل عام دنوں کے ہونگے۔ پھر عرض کی کہ اسکی رفتار کیسی تیز ہوگی فرمایا اس بادل کی مانند جسکو ہوا پیچھے سے دبا رہی ہو پس وہ آسمان کو حکم کریگا تو وہ بارش برسا دینگے اور بنجر زمین کو حکم دیگا کہ وہ اپنے تمام خزانے نکال ڈالے تو وہ نکال ڈالیگی جو اسکے پیچھے ایسے چلینگے جیسے شہد کی مکھیاں اپنے سردار کے پیچھے۔ پھر وہ ایک پورے جوان کو بلا دیگا اور تلوار سے اسکے دو ٹکڑے کر کے پھینک دیگا۔ (مشکوٰۃ ص)

نمبر ۸۔ قال رسول اللّٰہ یاتی الدجال... فیخرج الیہ رجل... فیقول الدجال ارأیتم ان قتلت ھذا ثم احییتہ ھل تشکون فی الامر فیقولون لا۔ فیقتلہ ثم یحییہ (بخاری و مسلم) مشکوٰۃ ص ۴۷۵
فرمایا رسول اللہ نے کہ دجال نکلیگا تو اسکے پاس ایک آدمی آویگا تب دجال کہیگا بتاؤ اگر میں اسکو قتل کر کے زندہ کردوں تو پھر بھی میرے متعلق شک میں رہو گے وہ کہینگے نہیں پس وہ اسکو قتل کر دیگا پھر زندہ کر دیگا۔

نمبر ۹۔ قال رسول اللّٰہ یاتی الدجال من قبل المشرق وھمہ المدینۃ.... ثم تصرف الملائکۃ وجھہ قبل الشام وھنالک یھلک (بخاری و مسلم) مشکوٰۃ ص— یعنی فرمایا کہ دجال جانب مشرق سے آویگا اور اسکی تمامتر کوشش مدینہ پر غالب آنیکی ہوگی۔

نمبر ۱۰۔ ان تمیما الداری کان رجلاً نصرانیاً فجاء و اسلم و حدثنی حدیثاً وافق الذی کنت احدثکم بہ عن المسیح الدجال حدثنی انہ رکب فی سفینۃ بحریۃ مع ثلاثین رجلاً من لخم وجذام فلعب بھم الموج شھراً فی البحر فارفأوا الی جزیرۃ حین تغرب الشمس فجلسوا فی اقرب السفینۃ فدخلوا الجزیرۃ فلقیتھم دابۃ اھلب کثیر الشعر لا یدرون ما قبلہ من دبرہ من کثرۃ الشعر قالوا ویلک ما انت قالت انا الجساسۃ انطلقوا الی ھذا الرجل فی الدیر فانہ الی خبرکم بالاشواق قال لما سمت لنا رجلاً فرقنا منھا ان تکون شیطانۃ قال فانطلقنا سراعاً حتی دخلنا الدیر فاذا فیہ اعظم انسان ما رأیناہ قط خلقاً واشدہ وثاقاً مجموعۃ یداہ الی عنقہ.... قلنا ویلک ما انت قال قد قدرتم علی خبری فاخبرونی ما انتم قالوا نحن اناس من العرب ...... قال انی مخبرکم عنی انا المسیح الدجال وانی یوشک ان یؤذن لی فی الخروج فاخرج فاسیر فی الارض.... قال رسول اللّٰہ... الا ھل کنت حدثتکم فقال الناس نعم الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما ھو۔ واومأ بیدہ الی المشرق (مسلم) مشکوٰۃ ص ۴۷۶
یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ تمیم داری ایک عیسائی تھا وہ اگر مسلمان ہوا ہے اور اس نے ایک بات مجھ سے بیان

کی ہے جو یہ ہے کہ وہ ایک کشتی میں مع تیس اور آدمیوں کے سوار ہُوا برابر ایک ماہ تک بوجہ سمندر میں آجانیکے وہ سرگردان پھرتے رہے اچانک ایک جزیرہ پر آنکلے اس میں داخل ہوئے تو ایک بہت بالوں والا جانور انکو ملا پوچھا تو کیا بلا ہے اس نے کہا مَیں جساسہ ہوں تم اس گرجے میں جاؤ وہاں ایک آدمی ہے جو تمہاری خبریں پوچھنے کا بہت مشتاق ہے خیر ہم گرجے میں داخل ہوئے تو ایک انسان عظیم نظر آیا۔ کہ ویسا ہم نے کبھی نہ دیکھا تھا اسکے ہاتھ گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ ہم نے پوچھا تو کون ہے کہا مَیں دجّال ہوں عنقریب خدا تعالیٰ مجھے نکلنے کی اجازت فرمائیگا تو مَیں نکل کر زمین میں پھرونگا سوائے مکہ و مدینہ کے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کیا مَیں نے تم سے یہ بیان نہ کیا تھا عرض کیا ہاں یا رسول اللہ پھر آپ نے فرمایا خبردار وہ بحر شام یا بحر یمن میں ہے نہیں بلکہ وہ تو مشرق کی جانب سے آئیگا جو کچھ بھی کہ وہ ہے۔

نمبر ۱۱- قال یخرج الدجال علیٰ حمار اقمر ما بین اذنیه سبعون باعاً (مشکوٰۃ صـــ) یعنی فرمایا کہ دجّال ایک گدھے پر سوار ہُوا کریگا جس کے دونو کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہوگا

نمبر ۱۲- ان المسیح الدجال قصیر فجج جعد اعور مطموس العین لیست بناتیةٍ ولا جحراء۔

نمبر ۱۳- یبرئ الاکمه والابرص (کنز العمال جلد ۷ صـ ۱۹۹) کہ وہ کوڑھی اور پھلبہری والے کو اچھا کریگا۔

نمبر ۱۴- قد سخرت له الانهار وثمارها (ایضاً) تمام زمین کی نہریں اور پھل اسکے لئے مسخر ہونگے۔

نمبر ۱۵- معه جبل من خبز وجبل من ماءٍ (   ) یعنی اسکے ساتھ روٹیوں اور پانی کے پہاڑ ہونگے۔

نقشۂ دجّال

ان احادیث کے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے دجّال کا نقشہ حسب ذیل معلوم ہوتا ہے (۱) وہ تمام مخلوق سے بڑھ کر مفسد اور مفتن ہوگا۔ (۲) ایک آنکھ کانی اور دوسری عیب دار ہوگی (۳) اسکی پیشانی پر ک۔ف۔ر لکھا ہوگا۔ (۴) جنّت و دوزخ اس کے قبضے میں ہوگا (۵) زمین و آسمان اسکے زیر فرمان ہونگے۔ (۶) زندوں کو مارنے اور مُردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہوگا۔ (۷) سوائے حرمین کے باقی تمام دنیا پر مسلّط و حاکم ہوگا۔ (۸) اسکا گدھا اسقدر جسیم ہوگا کہ ایک کان سے لیکر دوسرے کان تک ستر باع کا فاصلہ ہوگا۔ (۹) وہ ہَوا سے زیادہ تیز رفتار ہوگا۔ (۱۰) روٹیوں اور پانی کے پہاڑ اسکے ساتھ ساتھ رہینگے۔ (۱۱) ابرص و اکمہ وغیرہ مریضوں کو چنگا کریگا۔ (۱۲) تمام دنیا کی نہریں اور ثمرات اسکے لئے مسخر ہونگے۔ (۱۳) اس کا خروج مشرق کی طرف سے ہوگا۔

نقشۂ دجّالی پر اجمالی نظر

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا دجّال معہود کا خروج بالضرور اسی نقشہ علی الظاہر کے مطابق ہوگا؟ یا کہ اس کی کوئی اور

حقیقت ہے؟ سو واضح ہو کہ ان علامات کا ظاہری طور پر دجّال میں پایا جانا قطعاً ضروری نہیں چنانچہ اس امر کے ثبوت کیلئے کہ علامات الدجال کا محمول علی الظاہر ہونا ضروری نہیں۔ مَیں خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شہادت پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ عہد نبوی میں ایک شخص صافی ابن صیاد ظاہر ہوا جسکو اکابر صحابہؓ نے دجال معہود یقین کر لیا۔ بلکہ خود نبی کریم صلعم کا بھی رجحان غالب یہی تھا جیسا کہ مندرجۂ ذیل احادیث سے یہ امر بپایہ ثبوت کو پہنچتا ہے۔

(۱) کہ جب ابن صیاد کا معاملہ ظاہر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ اتأذن لی فیہ ان اضرب عنقہٗ قال رسول اللہ ان یکن ھو لا تسلط علیہ وان لم یکن ھو فلا خیر لک فی قتلہ کہ یارسول اللہ اگر آپ اجازت فرماویں تو مَیں اسکی گردن اڑادوں آپنے فرمایا اگر یہی وہ دجال ہے تو تُو اسپر قابو نہ پاویگا۔ اور اگر یہ وہ نہیں تو اس کے قتل سے کیا فائدہ (۲) حدیث شرح السنہ میں بروایت جابر لکھا ہے کہ مدینہ میں ایک یہودی عورت کے لڑکا پیدا ہوا۔ جسکی آنکھ کچھ خراب تھی۔ فاشفق رسول اللہ ان یکون الدجال۔ پس آنحضرتؐ کو خوف ہوا کہ یہی وہ دجّال ہے۔ اس روایت میں آگے لکھا ہے فلم یزل رسول اللہ مشفقاً انہ ھو الدجال مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹ کہ آپکا ہمیشہ گمان غالب یہی رہا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ (۳) عن محمد ابن المنکدر قال رأیتُ جابر ابن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال فقلتُ تحلف باللہ قال انی سمعتُ عمر یحلف علیٰ ذالک عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم ینکرہ النبی صلعم (بخاری ومسلم) یعنی حضرت محمد بن منکدر سے روایت ہے کہ مَیں نے حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ کو دیکھا کہ وہ خدا تعالیٰ کی قسم کھاتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے مَیں نے کہا کیا آپ قسم کھاتے ہیں یعنی یہ تو امر ظنی ہے نہ یقینی پھر آپ حلف کیوں اُٹھاتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مَیں نے حضرت عمرؓ کو بحضور آنحضرت صلعم اسی امر پر قسم کھاتے سنا یعنی حضرت عمرؓ پیغمبر خدا صلعم کے روبرو قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار نہ کرتے تھے (مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۹) (۴) عن نافع لقی ابن عمر ابن صیاد فی بعض طرق المدینۃ فقال لہ قولاً اغضبہ ... فدخل ابن عمر علیٰ حفصۃ وقد بلغتھا فقالت رحمک اللہ ما اردت من ابن صیاد اما علمت ان رسول اللہ قال انما یخرج من غضبۃ یغضبھا (مسلم) یعنی حضرت ابن عمر مدینہ کی کسی گلی میں ابن صیاد کو ملے تو آپنے کوئی ایسی بات اسکو کہدی جس سے وہ غضب و غیظ میں آگیا۔ جب ابن عمر حضرت حفصہؓ کے پاس گئے (اور انکو یہ بات پہنچ چکی تھی) تو آپنے کہا اللہ تم پر رحم کرے تُو نے ابن صیاد کو کیوں چھیڑا تھا؟ کیا تُو نے نہیں سُنا کہ دجّال ایسی غضب و غیظ ہی کی باتوں سے خروج کریگا۔ (اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت حفصہؓ بھی ابن صیاد ہی کو دجّال سمجھتی تھیں (۵) ایک دوسری حدیث میں یہ بھی ہے عن نافع قال کان ابن عمر یقول واللہ ما اشک ان المسیح الدجال

ابن صیاد (ابوداؤد) مشکوٰۃ ص۴۷۹ یعنی حضرت نافع بیان کرتے ہیں جو ابن عمر فرماتے تھے کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی مجھے ابن صیاد کے مسیح الدجال ہونے میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔

ایسا ہی کنز العمال جلد ۷ ص۲۲۶ پر لکھا ہے کہ حضرت علیؓ خطبہ پڑھ رہے تھے جس میں دجال کا بھی ذکر کیا۔ فقام الیہ الاصبغ بن نباتۃ فقال یا امیرالمؤمنین مَن الدجال قال صافی ابن صائد الشقی من صدقہ والسعید من کذبہ یعنی اصبغ بن نباتہ کھڑا ہوا اور عرض کی یا امیرالمومنین دجال کون ہے تو حضرت علیؓ نے فرمایا ابن صیاد۔

اب ناظرین سمجھ گئے ہونگے کہ وہ علامات الدجال جن کا اوپر ذکر گذرا ہے کسقدر مبائن اور منافی اور مخالف ہیں ان احادیث صحیحہ کے کہ جن میں ابن صیاد کو دجال معہود قرار دیا گیا ہے (کیونکہ ظاہراً کوئی علامات بھی علامات مذکورہ میں سے اس میں پائی نہ جاتی تھی)، پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کا ذکر جنکی شان ورتبہ کسی سے پوشیدہ نہیں حتیٰ کہ بعض اوقات قرآن انکی رائے کے موافق نازل ہو جاتا تھا مشکوٰۃ ص۴۷ و مرقاۃ جلد ۵ ص۱۷۵ اور جنکے حق میں یہ حدیث ہے کہ شیطان آپکے سایۂ سے بھاگتا ہے بخاری جلد ۲ ص۱۹۵ پھر آنحضرتؐ نے آپکو محدث ھذہ الامت قرار دیا ہے بخاری جلد ۲ ص۱۹۶ روبرو آنحضرت صلعم قسم کھانا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے اور آنحضرتؐ کا اس سے انکار نہ کرنا بلکہ خاموش رہکر تصدیق کرنا اور نیز حضرت جابر ابن عبداللہ اور ابن عمر کا بھی اِس بارے میں حلف اُٹھانا قطعی اور واضح دلیل ہے اس بات کی کہ ابن صیاد کے دجال معہود ہونے پر تمام صحابہؓ کا اتفاق تھا۔ (کیونکہ باقی صحابہؓ میں سے کسی کا انکار ثابت نہیں) یا کم از کم یہ کہ اکثر کا یہی مذہب تھا چنانچہ ابوسعید خدری کہتے ہیں صحبتُ ابن صیاد الیٰ مکۃ فقال لی مالقیتُ من الناس یزعمون انی الدجال الخ (مشکوٰۃ جلد ۴ ص۱۲۵) کہ میں ابن صیاد کے ساتھ مکہ تک گیا تو اس نے مجھے کہا کہ میں نے کیا ایذا لوگوں سے پائی ہے وہ مجھے دجال سمجھتے ہیں۔ اسکے اس اپنے قول سے بھی ثبوت ملتا ہے جو اسکو بالعموم لوگ دجال خیال کرتے تھے۔ (گو صراحۃً چند صحابہؓ کا قسم کھا کر ابن صیاد کو دجال قرار دینا مذکور ہے مگر ظاہر ہے کہ نبی کریم صلعم کے پاس آپکی صحبت سے مستفیض ہونے کیلئے ہمیشہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا ایک جم غفیر جمع رہتا تھا۔ پس قرین قیاس ہے کہ بوقت قسم کھانے حضرت عمرؓ کے کئی صحابہؓ موجود تھے والدلیل علیٰ من انکر یا ماننا پڑیگا کہ حضرت عمرؓ نے آنحضورؐ کو کسی الگ کوٹھڑی میں لیجاکر یہ حلفیہ بیان سُنایا تھا حالانکہ جابر بن عبداللہ گواہی دیتے ہیں کہ میں نے انکو روبرو نبی کریمؐ قسم کھاتے سُنا ہے) اور یہ بیانات کسی معمولی اور ادنیٰ کتب میں نہیں ہیں بلکہ بخاری و مسلم جیسی اعلیٰ و اصح کتابوں میں موجود ہیں۔ لہٰذا مجال انکار نہیں۔

اب ہم لوگوں سے جن کا یہ عقیدہ ہے کہ تمام علامات الدجال کا محمول علی الظاہر ہونا ضروری ہے۔ دریافت کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور نبی کریم صلعم کو ابن صیاد کے دجال سمجھ لینے میں کیونکر غلطی لگ گئی۔ کیا اس کے ماتھے پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہُوا تھا۔ یا خزائن الارض اس کے پیچھے پیچھے چلا کرتے تھے۔ کیا وہ بادلوں سے مینہ برساتا تھا اور مُردوں کو زندہ کرتا تھا۔ یا کیا اس کے پاس کوئی عجیب الخلقت گدھا موجود تھا کہ جو رفتار میں بادل اور ہوا سے بھی تیز تھا۔ یا کیا جنّت و دوزخ بھی وہ اپنے پاس رکھتا تھا ھلم جراً۔ اگر ان باتوں سے ایک بات بھی اسمیں موجود نہ تھی اور یقیناً نہ تھی تو پھر کس طرح سے اسکو دجّال سمجھ لیا گیا۔ مگر امر واقعہ یہ ہے کہ صحابہؓ نے اسکو دجال معہود قرار دیا۔ پس اس سے یقینی نتیجہ نکلا کہ در اصل یہ باتیں اپنے ظاہر پر محمول نہیں بلکہ یہ سب کشفی نظارے ہیں جنکو نبی کریم صلعم نے کمارئی بیان کر دیا اور مراد ان سے کچھ اور ہے (جس کا کسی قدر اجمالی ظہور ابن صیاد سے بھی ہُوا ہوگا چنانچہ بعض شیاطین کے تعلق سے اس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تھے جن سے عوام الناس فتنہ میں پڑتے تھے) چنانچہ ان علامات کے متعلق ایک ایسی کتاب کی شہادت پیش کرتا ہوں جس کا مصنّف ہمارے سلسلہ کا سخت مخالف ہے اعنی علاّمہ مولوی عبداللہ العمادی فاضل مصنّف اپنی کتاب علم الحدیث حصّہ اوّل کے صث۲۴ پر "حدیثیں دجال کی صرف فریب کاری بتاتی ہیں" کے عنوان کے نیچے لکھتے ہیں "حدیثوں میں دجّال کے جسقدر اوصاف و علامات مذکور ہیں ان سب کا مدعا یہی ہے کہ لوگ جان لیں کہ وہ ایک غیر معمولی دھوکہ باز آدمی ہوگا اور اسکے فریبوں سے بچتے رہیں۔ اسکی ذات میں تمام اوصاف کا پایا جانا ضروری نہیں" پھر صفحہ ۳۴ پر ابن صیاد کا ذکر کرنیکے بعد اِس عنوان کے ماتحت کہ "دجّال ہونے کیلئے فریب ضروری ہے خرق عادت ضروری نہیں ہے" لکھتے ہیں "ظاہر ہے کہ ابن صیاد میں وہ تمام اوصاف موجود [illegible] دجّال کیلئے بیان کیئے جاتے ہیں نہ وہ مُردہ کو زندہ کرتا تھا نہ زمین کے مدفون خزانے اسکے تابع تھے نہ اسکے حکم سے مینہ برستا تھا نہ نباتات اُگتی تھے غرضکہ حدیث میں دجّال کی جتنی علامتیں مذکور ہیں انہیں شاید ہی کوئی علامت ابن صیاد میں رہی ہو بایں ہمہ اس فریبندہ شخص کی نسبت بہتوں کو دجّال ہونیکا یقین تھا اور اس یقین میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابی بھی عوام کے ہمزبان تھے۔ دجّال ہونیکے لئے اگر عجیب الخلقت ہی ہونا ضروری ہوتا تو یہ غلط فہمی کیوں پیدا ہوتی"۔ اسکے بعد بعنوان "حضرت عمرؓ کی درخواست قتل دجّال" یوں تحریر کرتے ہیں کہ "امام بخاری نے کتاب میں روایت کی ہے کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ ابن صیاد کی گردن ماردوں آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ابن صیاد وہی دجّال ہے تو تم اِسپر قابو نہیں پا سکتے"۔ بعد ازیں بعنوان "جناب رسالت کا شبہ" لکھتے ہیں "اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ محدثین نے دجّال کی نسبت جتنے اوصاف بیان کیئے ہیں

سبب سے اس کا موصوف ہونا شرط نہیں۔ ورنہ رسول اللہ صلعم کو ابن صیاد کے باب میں دجال ہونیکا شک نہ ہوتا۔ اور آپ یہ شبہ ظاہر کرتے کہ اگر ابن صیاد فی الحقیقت دجال ہے تو تم اس پر قابو نہیں پا سکتے۔ بظاہر ان اوصاف کا مفہوم یہ ہے کہ اس فریبندہ شخص (دجال) کے مکرو فریب کو عالم آشکارا کر دیا جاوے" آگے صفحہ ۱۷۴ پر لکھتے ہیں "ہم کو اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ جو حدیثیں اس باب میں مروی ہیں ان کے راوی ثقہ بھی ہیں یا نہیں ہم [illegible] ثقاہت کو تسلیم کئے لیتے ہیں لیکن بقول حافظ ابن حجر عسقلانی ممکن ہے اور بہت ممکن ہے کہ ان راویوں نے بہت سی باتیں یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں سے اس باب میں اخذ کر لی ہیں"

(فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۲۷)

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ ان احادیث میں بعض سراسر خلاف از قیاس و امر واقع باتیں بھی مذکور ہیں۔ مثلاً جانوروں کا کلام کرنا (جیسا کہ تمیم داری کے واقعہ سے ظاہر ہے) یا ایک دن کا سال کے برابر ہو جانا یعنی سورج کی رفتار کا بالکل رُک کے رہنا یا اتنا آہستہ ہو جانا کہ موجودہ رفتار کے لحاظ سے ایک برس کے بعد غروب ہو یا ایک برس کا ایک مہینے کے برابر ہو جانا اور مہینے کا ایک ہفتے کے برابر ہونا وغیرہ نیز ایک ہی شخص کا باوجود دونو آنکھوں سے کانا یعنی نابینا ہونے کے روئے زمین پر مسلط ہو جانا۔ اتنے بڑے جسیم اور لمبے گدھے کا پیدا ہونا کہ صرف اسکے ایک کان سے لیکر دوسرے کان تک ستر باع کا فاصلہ ہو اور وہ صبح و شام چلتا رہے ہزاروں آدمیوں کو پیٹ میں نگل جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ تمام ایسے امور ہیں کہ جن کا عقلاً و عادۃً واقع ہونا بالکل محال ہے اور پھر طرفہ یہ کہ ایک کذاب ولعین کے ہاتھ پر بکثرت خوارق عادت اور معجزات کا ظہور تسلیم کیا جاتا ہے۔ وھذا لیس بجائز عند العقل والشرع معاً۔ اور یہ عذر کہ خارق للعادت امر یا معجزہ کا مدعی نبوت کاذبہ سے ظاہر ہونا جائز نہیں دوسرے سے جائز ہے محض باطل اور دعویٰ بلا دلیل ہے ومع ہذا دجال کا دعویٰ نبوۃ بھی ہوگا۔ (دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۹)

یہ عقیدہ قرآنی توحید کے خلاف ہے

پھر یہ بات بھی صاف اور روشن ہے کہ اگر ہم ان احادیث کو جن میں دجال کے مذکورہ بالا اوصاف بیان ہوئے ہیں ظاہری معنوں پر حمل کر کے صحیح مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دیجاویگی اور زمین و آسمان اس کا کہنا مانینگے اور خدا تعالیٰ کی طرح فقط اس کے ارادے سے سب کچھ ہو جائیگا بارش کو کہیگا ہو تو ہو جائیگی بادلوں کو کہیگا کہ فلاں ملک کی طرف چلے جاؤ۔ تو فی الفور چلے جائینگے۔ اور زمین کے خزائن مثل بخارات اسکے حکم سے آسمان کی طرف اُٹھینگے۔ اور زمین کیسی ہی کلر و شور ہو فقط اسکے اشارہ سے عمدہ اور اوّل درجہ کی زراعت پیدا کریگی۔ غرضیکہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئاً

ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح وہ بھی کن فیکون سے سب کچھ کر دکھائیگا۔ مارنا۔ زندہ کرنا اسکے اختیار میں ہوگا بہشت اور دوزخ اسکے ساتھ ہونگے گویا کہ زمین اور آسمان اس کی مٹھی میں آجائینگے۔ اور ایک عرصہ تک جو چالیس برس یا چالیس دن ہیں بخوبی خدائی کا کام چلائیگا۔ اور الوہیت کے تمام اقتدار اس سے ظاہر ہونگے۔

اب کیا یہ مضمون جو ان احادیث کے ظاہری لفظوں سے نکلتا ہے اس موحدانہ تعلیم کے موافق و مطابق ہے جو قرآن شریف ہمیں دیتا ہے کیا تمام آیات قرآنی ابد الآباد کے لئے یہ فیصلہ ناطق نہیں سُناتیں۔ کہ کسی زمانہ میں بھی خدائی کے اختیارات انسان ضعیف البنیان د باطلۃ الحقیقت کو حاصل نہیں ہو سکتے۔ مگر کیا یہ مضمون اگر ظاہر پر عمل کیا جائے تو قرآنی توحید پر ایک سیاہ دھبہ نہیں لگاتا۔

سوائے ناظرین غور کا مقام ہے کہ ایسے پُر شرک اعتقادات کہ ایک کافر لعین کو الوہیت کا تمام تخت و تاج سپرد کر دیا گیا اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اپنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدا تعالیٰ کے برابر سمجھا گیا کہاں تک اسلامی توحید کے مخالف و ضد پڑے ہوئے ہیں۔ پس ان اوصاف کو ظاہر پر عمل کرنے کے صاف یہ معنی ہیں۔ کہ اس ملعون و بے ایمان کی نسبت کھلے کھلے طور پر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ ملک الموت کیا تمام ملائک اور سارے فرشتے زمین و آسمان کے جو آفتاب اور ماہتاب اور بادلوں اور ہواؤں اور دریاؤں وغیرہ پر موکل ہیں سب اسکے حکم کے تابع ہو جائینگے۔ اور بکمال اطاعت اسکی سجدہ میں کرینگے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الخرافات و سبحان اللہ عما یصفون و تعالیٰ اللہ عما یشرکون

یہ ایک مکاشفہ ہے!

اصل بات یہ ہے کہ جیسا کہ میں اصل ۱ میں بتا چکا ہوں نبی و رسول کو بالذات کوئی علم غیب نہیں ہوتا۔ بلکہ جس طرح اور جسقدر خدا تعالیٰ کی طرف سے انکو علم دیا جاتا ہے وہ آگے پہنچا دیتے ہیں۔

پس صاف بات ہے کہ دجال کے متعلق جو آنحضرت صلعم کو علم دیا گیا ہے وہ بھی کشوف و رؤیا ہی کے ذریعہ ملا ہے اور جو جو اور جوں جوں نظارے آپکو دکھائے گئے آپنے وہ بیان کر دیئے۔ اور چونکہ مکاشفات میں استعارات غالب ہوتے ہیں اسلئے یہ تمام استعارات و کنایات ہیں۔ جو قابل تعبیر و تاویل ہیں۔ نہ کہ محمول علی الحقیقت کیونکہ قرآن کریم اور قرائن قویہ ایک شمشیر برہنہ لیکر اس کو چہرہ کی طرف جانے سے روک رہی ہیں۔

پیشگوئی دجال کے مکاشفہ [illegible] مندرجہ ذیل احادیث سے بھی تائید ہوتی ہے (۱) قال رأیتنی اللیلۃ عند الکعبۃ .... فاذا انا [illegible]جل ... یطوف بالبیت فسألت من ھذا فقالوا ھذا المسیح الدجال یعنی رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک شخص متصف بصفات کذا و کذا بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ جس کی نسبت بتایا گیا کہ یہ دجال ہے (۲) بینما انا نائم رأیتنی اطوف

جلد ۶ ص ۱۳۶

بالکعبہ... فاذا رجل احمر... قلت من ھذا قالوا الدجال (مسلم و بخاری مصری جلد ۹ ص) کنز العمال

(۳) قال لعلہ سیدرکہ بعض من رآنی او سمع کلامی (ابوداؤد) فرمایا۔ شاید عنقریب دجال کو میرے صحابہؓ بھی پائینگے (ابن صیاد پر یہ بات خوب چسپاں ہوتی ہے) چونکہ یہ کشف تھا جو قابل تعبیر ہوتا ہے اسلئے آپنے خیال کرلیا کہ شائد وہ قریب ہی زمانہ میں ظاہر ہوجائے۔ مشکوٰۃ ص ۴۷۷ (۴) کانی اشبہہ بعبد العزیٰ ابن قطن (مسلم) گویا میں دجال کو (عالم کشف میں) عبدالعزیٰ ابن قطن کے ساتھ تشبیہ دیتا ہوں۔

حدیث ۱ و ۲ جنکو امام بخاری و امام مسلم دونوں نے ہی اپنی صحیحین میں درج کیا ہے شاہد ناطق اور دلیل قطعی ہیں اس امر پر کہ بنیاد پیشگوئی دجال کی مکاشفات نبویہ ہیں (صلعم) کیونکہ اوّل تو ان میں صریح طور پر رأیتنی عند الکعبۃ اور بینا نائم کے الفاظ موجود ہیں جو بلاشبہ خواب اور رؤیا پر دلالت کررہے ہیں۔ دوئم آنحضرت صلعم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور دجّال دونو کو طواف بیت اللہ کا کرتے دیکھا ہے جسکو اگر ظاہر پر محمول کیا جائے تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ اور دجّال ہر دو کا مدعا اور مقصد ایک ہی ہو اور دونو صراط مستقیم پر چلنے والے اور اسلام کے سچے تابع ہوں ورنہ ایک کافر لعین کو طواف بیت اللہ سے کیا نسبت جبکہ یہ اعتقاد بھی رکھا جائے کہ وہ خود خدائی کا دعویدار ہوگا۔) مگر یہ بالبداہت باطل ہے۔ پس مجبورًا ماننا پڑا کہ یہ ایک کشفی حالت کا نقشہ تھا جسکی کوئی تاویل ہے (مسلم کی حدیث دمشقی میں بھی لفظ کانّی کا موجود ہے جو اسکے رؤیا ہونے پر صریح دال ہے) اور دراصل تمام صفات جو دجّال کے متعلّق بیان کیئے گئے ہیں۔ وہ مختلف اوقات کے کشفی نظارے اور تمثلات ہیں۔ جو متشکل باشکال مختلفہ جسمانیہ ہوکر دکھائے گئے۔ چنانچہ مُلّا علی قاری نے بھی تسلیم کیا ہے کہ یہ آنحضرت صلعم کا مکاشفہ تھا۔ اور بعض امور متعلّقہ دجّال کی تاویل بھی کی ہے قال التوربشتی طواف الدجال عند الکعبۃ مع انہ کافر مأوّل بانہ رؤیا النبی صلعم او من مکاشفاتہ کوشف بان الدجال یدور حول الدین یبغی العوج والفساد یعنی آنحضرت صلعم کا دجال کو طواف کرتے دیکھنا حالانکہ وہ کافر ہے یہ مأول یعنی قابل تاویل ہے کیونکہ یہ آپؐ کی خواب یا مکاشفہ ہے (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ص ۲۰۹ جلد ۵)

تمیم داری کا رؤیا

آنحضرت صلعم نے دجّال کے متعلّق جو خبریں دی ہیں انکے متعلّق یہ رائے بپایۂ ثبوت پہنچ گئی ہے کہ وہ از قسم رؤیا و مکاشفہ تھیں۔ اب قصہ تمیم داری کے متعلّق عرض کیا جاتا ہے سو جاننا چاہیئے کہ اوّل تو یہ خود مسلم ہی کی دوسری احادیث کے صریح خلاف ہے جن میں ابن صیاد کو دجّال قرار دیا گیا ہے لیکن اصل بات جو اس

تمام قصہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے یہی ہے کہ یہ اسکا ایک خواب اور رؤیا تھا چنانچہ مندرجۂ ذیل امور سے اس امر کی بالوضاحت تائید و تصدیق ہوتی ہے (۱) واضح بات ہے کہ جانور اور حیوانات بیداری میں بات چیت انسانوں کے ساتھ نہیں کیا کرتے۔ مگر اس سے بحالت کفر ہی ایک دابہ (جانور) نے گفتگو کی بلکہ اس کے تیس ۳۰ ساتھیوں کے ساتھ بھی۔ ہاں خواب اور کشف میں اسکا وقوع جائز اور ممکن ہے۔ (۲) کہ آجتک کبھی یہ واقع نہیں ہوا کہ وہ لعین اور دشمن خدا و رسول جسکے متعلق پہلے وعدہ دیا گیا ہو خود ہی اقرار کرے کہ وہ موعود ملعون میں ہوں مگر تمیم داری کے دجال نے خود کہا کہ میں ہی دجّال ہوں۔ (۳) آنحضرت صلعم کو یہ فرمادیں یہ بھی زبردست قرینہ ہے اس امر کا کہ یہ خواب کی باتیں تھیں نہ کہ بیداری کی کہ وہ اسلام کی بیخکنی کرنیوالا اور میرے دین کا جانی دشمن ہوگا اور اسکا مقصد واحد ہی یہ ہوگا کہ کسی طرح مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کرے اور ان کے قلوب میں شکوک و شبہات ڈالے مگر یہ عجیب قسم کا دجّال ہے جو منکرین اسلام کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اما ان ذالک خیر لہ ان یطیعوہ یعنی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ سلم کی اطاعت اور اسکے ماننے میں ہی بہتری ہے۔ چنانچہ تمیم داری تو آتے ہی مسلمان ہو گیا پس وہ تو واعظ اور مبلّغ اسلام کہلانیکا مستحق ہے نہ کہ دجّال۔ ہاں خواب میں فطرت صحیحہ کا ظہور ممکن ہے کہ وہ عالم بے اختیاری ہے۔ (۴) ایک کذّاب اور ملمع ساز کی شان سے علم غیب سے بہرہ ور ہونا بالا اور بالاتر ہے۔ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء آل عمران ع ۱۸ مگر اس نے بعض ایسی باتیں بتائیں جو واقعہ کے مطابق تھیں مثلاً (۱) سا خرج کہ میں عنقریب نکلونگا (۲) ہر جگہ میرا تسلّط ہو جائیگا۔ (۳) حرمین شریفین پر میرا کوئی دخل نہ ہو سکیگا۔ (۴) اس دن انکے دروازوں پر ملائکہ ہونگے۔ (۵) جو مجھے روک دینگے۔ (۶) نبی کریمؐ کی بعثت کا علم دیدینا۔ (۷) نخل بیسان کے متعلق خبر دینا کہ اما انہا توشک ان لا تثمر کہ ایک زمانہ میں وہ پھل نہ دیگا۔ (۸) بحیرہ طبریہ کے متعلق بھی کہ ان ماءھا یوشک ان یذھب کہ ایک وقت وہ بالکل خشک ہو جائیگا۔ (۹) اپنے تسلّط علی الدنیا کا زمانہ کہ چالیس رات ہوگا۔ وغیرہ۔ حالانکہ بجز برگزیدہ رسولوں کے علم غیب کسی کو نہیں دیا جاتا فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول۔ ہاں عالم رؤیا کا معاملہ امر دگر است۔ (۵) خود تمیم داری بیان کرتے ہیں کہ میرے ساتھ تیس آدمی اور بھی تھے۔ مگر اپنے اس تعجب خیز واقعہ پر انہیں سے کسی کو بھی شہادت کیلئے پیش نہیں کرتا۔ حالانکہ ایسے عدیم النظیر وقوعہ کو کئی شواہد سے اسکو مضبوط کرنا چاہیئے تھا جیسا کہ ایسے مواقع پر عام لوگوں کا طریق دیکھا جاتا ہے۔ (۶) چھٹا قرینہ کہ یہ یقیناً خواب تھا یہ ہے کہ ان تیس آدمیوں میں سے جو ایک کثیر جماعت ہے ایک بھی اس عجوبہ اور حیرت انگیز قصے کا ذکر تک نہیں کرتا۔ حالانکہ ایسی نادر الوقوع باتوں کو تو لوگ عام طور پر جا بجا مشہور کیا کرتے ہیں اور پسند کرتے ہیں کہ وہ اپنی زبان سے ایسے واقعات کو بیان کریں۔ مگر تعجب ہے کہ نہ صرف ان میں سے کوئی اس قصہ کو بیان ہی نہیں کرتا بلکہ اس معتدبہ تعداد کا یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ وہ تھے کون اور کہاں کے

رہنے والے تھے۔ کہاں سے آئے اور کہاں کو چلدیئے؟ (۷) ساتواں قرینہ اس کے رؤیا ہونے پر یہ ہے کہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں بل من المشرق ما هو کہ وہ جو کچھ بھی ہے مشرق سے خروج کریگا۔ آپکا ما هو (جو کچھ بھی ہے) فرمانا ظاہر کرتا ہے کہ اس کا یہ تمام قصّہ رویت منامی تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی پوری پوری حقیقت وماہیت (تعبیر) آپ پر ابھی تک کھلی نہ تھی اسی لئے آپنے اسکے متعلق کسی فیصلہ کن رائے کا اظہار نہیں فرمایا اور اسی لئے آپ کو اس جزیرہ کے محل وقوع میں بھی کہ کس ملک اور جانب میں واقع ہے تردد ہوا ہے کہ الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ورنہ صاف بات تھی آپ تمیم داری سے دریافت فرما لیتے یا وہ خود ہی بتادیتا کہ وہ فلاں ملک کی فلاں جانب اور فلاں بحر میں واقع ہے۔ (اور عجیب بات ہے کہ اب تک بھی جو روئے زمین کا کونہ کونہ اور چپہ چپہ معلوم ہوچکا ہے۔ اور جزائر وغیرہ کے نقشہجات تک بن چکے ہیں اس بےنام ونشان جزیرہ کا کوئی پتہ نہیں لگ سکا۔ کیا جس بحر سے ہوکر تمیم داری مع تیس آدمیوں کے اس جزیرہ میں پہنچ گیا تھا وہ بحر بھی اقوام مغربی کو معلوم نہ ہوسکا تاکہ وہ وہاں پہنچکر اس دجال کو دیکھ سکھیں حالانکہ انہوں نے اپنے حیرت انگیز کارناموں اور بےنظیر جدوجہد میں وہ کمال دکھایا ہے کہ الامان خدائی کو ہاتھ لگا رہے ہیں) پھر وہ قرائن تو یہ مذکورہ کے ایک یہ امر بھی قابل غور ہے کہ اگر واقعی بیداری ہی میں تمیم داری سے اس دجال نے مکالمہ کیا تھا تو چاہیئے تھا کہ وہ اپنی تمام کارروائی جو وہ عند الخروج کرنیوالا تھا بتاتا مگر وہ صرف یہی کہکر کہ سوائے مکہ ومدینہ کے مَیں باقی جگہوں میں پھرونگا۔ خاموش ہوگیا۔ حالانکہ نبی کریمؐ نے اس کا نہایت ہی خطرناک پروگرام بتایا ہے۔ مگر کیا یہ بھی کوئی ضروری اور لازمی بات ہے کہ اگر کوئی وسیع سلطنت نہ رکھتا ہو بلکہ صرف یہ کہ تمام دنیا کا سیاح ہو تو اسکو اسلام کے لئے ایک فتنہ عظیم قرار دیا جاوے۔ نیز کیا یہ ناممکن اور محال ہے کہ ایک مسلمان ہی تمام جگہوں کا حاکم ہوجائے اور حرمین کا محافظ کوئی دوسرا مسلمان ہو۔ فتدبروا

اور یہ جو آنحضرت صلعم نے دابۃ کے لئے ما قبلہ من دبرہ میں مذکر ضمائر استعمال کیئے ہیں تو اسکی بھی یہی وجہ ہے کہ آپنے اسکی تعبیر بتادی کہ واقعی وہ جانور نہیں بلکہ از قسم انسان ہے جو کسی مناسبت کی وجہ سے دابہ کی شکل وصورت پر دکھایا گیا ہے۔ غرضیکہ اس قصّہ میں کئی ایک ایسی باتیں ہیں جو باواز بلند پکار رہی ہیں۔ کہ یہ ایک منامی واقعہ تھا (معلوم ہوتا ہے کہ اسکے مسلمان ہونیکا باعث بھی یہی خواب تھا کیونکہ دجّال نے کہا تھا کہ نبی کریمؐ کی اطاعت کرنے میں ہی بھلائی ہے)

اس رؤیا کی بعض اور واقعات سے بھی تائید ہوتی ہے

مکاشفات باب ۲۰ سے بھی اس کے اس رؤیا کی تصدیق وتائید ہوتی ہے۔ وہاں لکھا ہے "مَیں نے ایک فرشتے کو آسمان سے اُترتے دیکھا جسکے ہاتھ میں اتھاہ گڑھے کی کنجی اور ایک بڑی زنجیر تھی (تمیم داری کو بھی زنجیروں ہی میں جکڑا ہوا

دکھائی دیا تھا) اس نے اس اژدہا یعنی پرانے سانپ کو جو ابلیس اور شیطان ہے۔ (یوحنا کو ابلیس اژدہا کی شکل میں اور تمیم داری کو ایک ہیبتناک انسانی شکل میں دکھایا گیا) پکڑ کر برس کے لئے باندھا اور اسے اتھاہ گڑھے میں ڈالکر قید کر دیا تاکہ وہ ہزار برس کے پورا ہونے تک قوموں کو پھر گمراہ نہ کرے اسکے بعد ضرور ہے کہ تھوڑے عرصہ کے لئے کھولا جائے۔ (تمیم داری کو بھی اس نے اپنی حکومت و سیاست کا زمانہ صرف چالیس رات ہی بتایا تھا جو کہ ایک قلیل عرصہ ہے) اور جب ہزار برس پورے ہو چکینگے تو شیطان قید سے چھوڑ دیا جائیگا۔ اور ان قوموں کو جو زمین کے چاروں طرف ہونگی یعنی یاجوج ماجوج کو گمراہ کرکے لڑائی کے لئے جمع کرنیکو نکلیگا۔ ان کا شمار سمندر کی ریت کے برابر ہوگا اور وہ تمام زمین پر پھیل جائینگی"۔ آگے یہ بھی ذکر ہے کہ پھر آسمان سے آگ نازل ہو کر انہیں کھا جائیگی۔ اور ابلیس ایک گندھک اور آگ کی جھیل میں ڈالدیا جائیگا۔ (وہ گندھک اور آگ کی جھیل کہاں سے پیدا ہوگی اور آسمان سے آنیوالی آگ کے نزول کا موجب کیا ہوگا؟ صرف اور صرف مسیح موعودؑ اور اسکے اصحاب کی دعائیں جو انپر بعض تباہ کن حالات و واقعات پیدا کرنیکا باعث ہونگی چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ وہ مسیح موعودؑ کی دعاؤں اور پھونکوں سے ہلاک ہونگے) اور ظاہر ہے کہ شیطان کو کبھی کسی نے اصلی شکل میں نہیں دیکھا حضرت آدمؑ و حواؑ کو بھی سانپ ہی کی شکل پر نظر آیا۔ پس وہی پرانا اژدہا آخری زمانہ میں دجّال کے بھیس میں ظاہر ہوگا وہ دجّال حضرت مسیحؑ کے زمانہ میں قید کیا گیا۔ اور اسکی قید کا زمانہ یعنی ہزار برس قریباً ساڑھے تین سو برس آنحضرت صلعم کے بعد ختم ہوا (تمیم داری کو بھی دجّال نے یہی کہا تھا کہ میں عنقریب نکلنے والا ہوں) چنانچہ اسی زمانہ سے اسلام میں ضعف اور دجالیّت کا عروج شروع ہوا ہے۔ تمیم داری کا رؤیا مکاشفہ یوحنا سے کئی امور میں مشابہ مگر زیادہ واضح ہے۔ کیونکہ تمیم داری کو مقام قید بھی بتایا گیا۔ اور یہ بھی کہ دجّال ...... معبد النصاریٰ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۲۰۶) سے نکلیگا۔ اور یہ بھی کہ وہ مکہ اور مدینہ میں داخل نہ ہوگا۔

دجّالِ تمیم اور ابن صیاد ہر دو زندہ نہیں

علماء متقدمین میں دجال کے متعلق ایک یہ بھی اختلاف ہوا ہے کہ آخری زمانہ میں ظاہر ہونیوالا دجال ابن صیاد ہے یا وہ جسکو تمیم داری نے دیکھا تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ تمیم داری کا قصہ تو ایک رؤیا تھا جو تعبیر طلب ہے اور ابن صیاد کو گو صحابہ رضی اللہ عنہم نے دجّال قرار دیا تھا مگر بعد میں اس کا مسلمان ہو جانا مسلم کی احادیث سے ثابت ہے بلکہ یہ بھی کہ مدینہ میں وہ فوت ہوا اور مسلمانوں نے اس کا جنازہ پڑھا۔ (مرقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۳) پس قصہ تمام ہوا۔ لیکن اگر تمیم داری کا واقعہ بیداری ہی کا فرض کر لیا جاوے۔ یا ابن صیاد کا اسوقت کسی گمنام جگہ میں چھپ جانا مان لیا جاوے۔ تو بھی ابتک انکا زندہ ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ مسلم کی مفصلہ

ذیل حدیثیں اس خیال کی بیخکنی اور کلی استیصال کر رہی ہیں:-

حدیث اوّل۔ عن جابر قال سمعت النبی صلعم قبل ان یموت بشھر تسئلونی عن الساعة و انما علمھا عند اللہ واقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسة یاتی علیھا مائة سنة وھی حیة یومئذٍ رواہ مسلم (ومن فی قولہ من نفسٍ للاستغراق مرقاة جلدہ صلہ ۲۲۶)

یعنی حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنی وفات سے ایک ماہ پہلے جو تکمیل مقاصد دین اور اظہار تقایا اسرار کا وقت تھا یہ فرمایا تھا۔ کہ مَیں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ تمام روئے زمین پر کوئی ایسا نفس نہیں جو پیدا ہو گیا ہو۔ اور موجود ہو اور پھر آج سے سو برس اسپر گذرے اور وہ زندہ رہے۔

حدیث دوم۔ وعن ابی سعید عن النبی صلعم لا یاتی مائة سنة وعلے الارض نفس منفوسة رواہ مسلم

یعنی حضرت ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہیں آویگا سو برس اس حال میں کہ زمین پر کوئی شخص بھی آج کے لوگوں سے زندہ موجود ہو۔

حدیث سوم۔ انّ لکل امةٍ دجالاً وان لامتی مائة سنةٍ فاذا مرت علی امتی مائة سنةٍ اتاھا ماوعد بھا اللہ (طبرانی) کنز العمال جلد ۷ صلہ ۱۷۷ کہ میری اُمّت کے افراد کی عمریں سو برس تک ہیں (یاد رہے کہ اُمّت سے مراد اُمّت دعوة ہے یعنی وہ لوگ جن پر آپکا ماننا فرض ہے دیکھو مرقاة جلدہ صلہ ۲۱۱ اور بمطابق انی رسول اللہ الیکم جمیعًا وبعثت الی الناس عامةً اور انا رسول من ادرکت حیاً ومن یولد بعدی۔ (کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳) ہر دو دجّال آپکی اُمّت میں شامل ہیں۔ اور مسلمانوں کی عمریں کم ہونیکی کوئی وجہ ہونی چاہیئے) اور بعض حدیثوں میں عمروں کا اندازہ ۷۰ برس تک بھی آیا ہے دیکھو مشکوٰة کتاب الفتن)

اب ان حدیثوں کی رو سے جنمیں سے ایک میں ہمارے سیّد و مولیٰ نبی اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے قسم بھی کھائی ہے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ جساسہ والا دجّال اور ابن صیاد ہر دو فوت ہو گئے ہیں پس اگر انمیں سے کسی کو بھی آجتک زندہ فرض کیا جائے تو رسول اللہ صلعم کی تینوں حدیثوں کی تکذیب و تردید لازم آتی ہے۔

علاماتِ الدجّال پر تفصیلی نظر

گذشتہ مضمون سے ناظرین سمجھ چکے ہونگے کہ ان صفات سے متصف کوئی ہستی انسان ہو کر نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس سے کئی فسادات اور قباحتیں لازم آتی ہیں۔ کما مرّ مفصلاً۔

اس حصۂ مضمون میں تین ان علامات میں سے ہر ایک پر الگ الگ بحث کر کے دکھانا چاہتا ہوں۔

کہ انکا وقوع حقیقی اور ظاہری طور پر ناممکن ہے اور یہ کہ ان سے مراد کیا ہے۔

علامت نمبر ۱۔ ایک علامت دجّال کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اعور یعنی کانا ہوگا اسپر آنحضرت صلعم اتنا زور دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر وہ ان علامتوں سے پہچانا نہ جائے اور اسکا معاملہ مشتبہ ہوجائے تو یہ اسکی خاص علامت ہے اسکو یاد رکھو۔ فَاِنْ اُلبِسَ علیکم فاعلموا انہ اعور وان ربکم لیس باعور (ابوداؤد) مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۲۔ مگر سوال ہوتا ہے کہ کیا جو اعور ہو ضرور ہے کہ وہ دجّال بھی ہو اور جو اعور نہ ہو ضرور ہے کہ وہ خدا ہو پس یہ کس قسم کا استدلال اور نشان ہے۔ پھر آنحضرتؐ کا ان ربکم لیس باعور فرمانا یہ بھی قابل غور ہے کیونکہ خدا کوئی مرئی اور حسی و جسمانی ہستی نہیں کہ لوگ دیکھ سکیں جو وہ کانا نہیں نیز یہ بھی یاد رہے کہ اس علامت کے متعلق حدیثوں میں سخت اختلاف پایا جاتا ہے کسی میں اعور العین الیمنی یعنی دائیں آنکھ سے کانا ہونا اور کسی میں اعور العین الیسریٰ بائیں آنکھ سے اور مسلم کی ایک حدیث میں عینہ طافیۃ یعنی غیر متعین آنکھ کا اندھا ہونا لکھا ہے۔ ایک حدیث میں یہ کہ ایک آنکھ اندھی اور دوسری انگور کے دانہ کی سی ہوگی کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ مگر دوسری حدیث میں یہ ذکر ہے کہ احدیٰ عینیہ کانہا کوکب دری کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ و حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۲ کہ اسکی دو آنکھوں میں سے ایک غیر متعین آنکھ ستارے کی مانند روشن ہوگی۔ پھر جو آنکھ اندھی ہوگی اسکے متعلق ایک حدیث میں ہے کہ وہ انگور کے دانہ کی مانند اٹھی ہوئی ہوگی دوسری میں ہے کہ ممسوح العین یعنی بیٹھی ہوئی ہوگی تیسری حدیث میں ہے کہ لیست بناتیۃ ولا جحراء نہ اٹھی ہوئی نہ بیٹھی ہوئی ہوگی ایک روایت میں عینہ خضراء بھی آیا ہے مرقات جلد ۵ صفحہ ۱۹۲ گو ان اختلافات میں شراح حدیث نے تطبیق دینے کی کوشش کی ہے مگر جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں وہ ایسی مشکلات میں پھنسے ہیں کہ وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکے پس ہمارے مخالفوں کو چاہیئے کہ اوّل وہ اس اختلاف کو رفع کریں اور ان متضاد احادیث میں تطابق و توافق کر دکھلائیں پھر اعتراض کریں۔

ہاں ان الدجال اعور وان ربکم لیس باعور سے یہ مراد ہوسکتی ہے کہ دجّال دینی اور امور عقبیٰ سے بے بہرہ ہوکر اور روحانی اندھا قرار پاکر صراط مستقیم سے علیحدہ ہوگا چنانچہ حضرت مسیح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ایک خدا کو ماننا اور اسکی عبادت کرنا ہمارا صراط مستقیم ہے ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم مریم ع ۲) مگر ان ربی علیٰ صراط مستقیم ہمارا رب صراط مستقیم پر ہے۔ اسی لئے مومنین کو صحیح القویٰ اولوا الابصار اور اولوا الالباب کرکے یاد فرمایا ہے اور کفار کے حق میں۔ صمٌّ ۔ بکمٌ۔ عمیٌ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَھْدِی الْعُمْیَ سورۃ زخرف ع ۴ ۔ اور لھم قلوب

لا یفقھون بھا ولھم اعین لا یبصرون بھا ولھم اٰذانٌ لا یسمعون بھا اعراف ع ۲۲

فرمایا ہے کیونکہ ظاہر میں اعمیٰ وغیرہ ہونا کوئی عیب نہیں۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم صحابی جنکے متعلق آیت عبس وتولیٰ ان جاءہ الاعمیٰ نازل ہوئی تھی۔ نابینے ہی تھے چنانچہ حدیث میں ہے ان اللہ لا ینظر الیٰ صورکم کہ خدا ظاہری صورتیں نہیں دیکھتا بلکہ قلبی احوال اور اعمال پر اسکی نظر ہوتی ہے نیز لکھا ہے من کان فی ھٰذہ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ کیا اسجگہ نابینا سے مراد جسمانی اور ظاہری نابینائی ہے؟ پھر قرآن مجید میں یہ بھی ہے ونحشرھم یوم القیامۃ .... عُمیاً وبکماً وصماً سورۃ بنی اسرائیل ع ۱۱ یعنی تمام کفار قیامت کے روز اندھے بہرے اور گونگے اُٹھینگے حالانکہ قرآن میں انہی کے حق میں یہ آیت بھی ہے اسمع بھم وابصر یوم یاتوننا مریم ع ۲ کہ قیامت کو کفار خوب دیکھنے والے ہونگے پس جو مراد اعمیٰ اور نابینا ہونے سے ان آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں لیجاتی ہے کیوں وہی مراد دجال کے اندھے ہونے سے نہیں لیجاتی۔

چونکہ دائیں آنکھ سے اندھا ہونا صحیح بخاری میں ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے لہٰذا اسکو باقی روایات پر ترجیح ہے اور دائیں جانب کو بالعموم اعلیٰ چیز سے تشبیہ دیجاتی ہے اس لئے دائیں آنکھ سے مراد دین یا دینی آنکھ ہے۔ اور اسکے اندھا ہونے سے یہ مراد کہ اسکو دینی بصیرت بکلی نہیں دیجائیگی اور وہ اپنی عاقبت سے قطعاً غافل ہوگا چنانچہ ایسے غافل کو خدا تعالیٰ نے اندھا ہی قرار دیا ہے۔ لقد کنتَ فی غفلۃٍ من ھٰذا فکشفنا عنک غطاءک فبصرُکَ الیوم حدید ق ع ۲۔ اور دوسری آنکھ کے روشن ہونیکا یہ مطلب ہے کہ دنیاوی عقل اور علوم و فنون اسپر ختم ہوجائینگے۔ اور یہ جو بعض روائتوں میں ہے کہ دوسری آنکھ بھی عیب سے خالی نہیں۔ اس سے مراد یہ ہوسکتی ہے کہ تحصیل دنیا کی وجوہ حلال اور طیّب نہیں ہونگی۔

معہذا لغت میں اعور کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ جس میں عیوب ونقائص ہوں۔ اور جو بزدل ہو (ان کید الشیطان ضعیف شیطان بزدل ہی ہوتا ہے رحمانی افواج کا مقابلہ نہیں کرسکتا) چنانچہ لسان العرب میں زیر لفظ دجل اور حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۲ پر یہ معنی موجود ہیں۔ اور شیخ عبد الحق صاحب ترجمہ مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں " معنی اعور کے اصل میں عیب کے ہیں" اور لکھا ہے اذ العور فی الاصل العیب حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳ اور مشہور شاعر مساورین ہند بن زبیر کے شعر وادی الغوانی بعدما وجھنی ÷ اعرضن ثُمّت قلن شیخ اعور میں اعور کے معنی لکھے ہیں "الاعور من لا خیر فیہ" حماسہ اردو شرح صفحہ ۱۳۲ ایسا ہی مرقات جلد ۵ صفحہ ۱۹ پر لکھا ہے اعور۔ ای وھو الغالب ان یکون طالباً للشر (یعنی شریر و بدقماش) چنانچہ ایک حدیث میں ہے فلیھلک الھالک فانہ اعور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ کہ وہ ہلاک ہوجائیگا کیونکہ وہ اعور ہے۔ مگر کیا جو کانا ہو وہ ضرور ہلاک ہوجایا کرتا ہے کہ نبی کریم صلعم

اسکے ہلاک ہونیکی وجہ اور دلیل فرماتے ہیں کہ وہ اعور ہے۔ پس جبکہ ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ اعور کے اندر کوئی ایسا مفہوم پایا جاتا ہے جو ہلاکت کا باعث ہوجایا کرتا ہے سو بے شک شریر کی شرارت اور ظالم اس کی بربادی تباہی کا موجب ہوا کرتا ہے۔ اور یہی اعور کے معنی ہیں (دکھامر آنفاً)

علامت نمبر ۲۔ پیشانی پر ک۔ ف۔ ر لکھا ہوگا۔ اوّل تو نہ یہ علامت ابن صیاد میں تھی جسکو صحابہؓ نے دجال موعود قرار دیا۔ اور نہ ہی جساسہ والے دجال میں تھی۔ دوئم یہ واضح بات ہے کہ اس بیّن اور کھلی علامت کے ہوتے ہوئے کون ہے جو اسکے دجّال ہونے میں شک کریگا۔ پھر نبی کریم صلعم کیوں بار بار مسلمانوں کو ڈراتے اور متنبہ کرتے رہے ہے بلکہ تمام انبیاءؑ اس سے بچنے کی وصیت کرتے چلے آئے۔ اور ایسا ہونا یؤمنون بالغیب کے بھی خلاف ہے۔ دیکھو مقدمہ اصل ۱۲۔ اور پھر لکھا ہے کہ بعض مومن اسکے پاس جائینگے تو وہ انکے دلوں میں شبہات ڈالدیگا نیز یہ کہ ستر ہزار میری اُمت میں سے اسکے تابع ہوجائینگے۔ مشکوٰۃ جلد ۴ صفحہ ۱۱۹۔ بھلا ایسا کون نادان ہے جو ایسی واضح علامت کو دیکھ کر بھی اسکے وسوسہ میں پھنس جائے گویا نصف النہار کے وقت وجود شمس سے انکار کردے۔ اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ زبردستی دنیا مطیع نہیں کرسکیگا۔ بلکہ شکوک و شبہات ڈالکر گمراہ کریگا (مشکوٰۃ) مگر ایسی صاف اور روشن علامت کی موجودگی میں کسی وسوسہ اور شبہ سے متزلزل نہیں کرسکتا۔ اور نبی کریمؐ کا یہ فرمانا کہ یقرءہٗ کل مُؤمنٍ کاتبٌ وغیرُ کاتبٍ یا یقرءہ من لا یقرءُ اور یقرءہٗ من کرہ عملہٗ (مسلم) بھی دلالت کرتا ہے کہ وہ سچ مچ لکھا ہوا نہ ہوگا ورنہ غیر کاتب کیسے پڑھ سکیگا اور پھر مومن اور اُسکے اعمال کو برا جاننے والے کا پڑھ لینا غیر مومن اور اُسکے اعمال کو مکروہ نہ سمجھنے والے کا نہ پڑھ سکنا یہ بھی ترجیح بلامرجح ہے جبکہ وہ از قسم کتابت ہے تو کیا وجہ ہے کہ اُسکو ایک پڑھا لکھا کافر نہ پڑھ سکے فتدبروا فی ھذا القول پس حقیقتاً ک۔ ف۔ ر لکھا ہونا عند العقل محال ہے بلکہ یہ مجاز اور استعارہ ہے کسی اور بات سے اور اگر کہا جاوے کہ سلف میں سے کیوں کسی نے اسکو مجاز نہیں کہا تو ہم کہتے ہیں کہ اوّل تو قبل از وقوع پیشگوئی انبیاء بھی بعض دفعہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ مقدمہ میں تحت اصل نمبر ۳ یہ امر مبرھن کیا گیا ہے۔ تو پھر اُن لوگوں پر جو ملہم اور صاحب وحی بھی نہ تھے۔ اگر اسکی ماہیت نہ کھلی تو کیا حرج۔ دوئم یہ بھی غلط ہے کہ کسی نے اس کو مجاز قرار نہیں دیا۔ دیکھو شرح مسلم اُردو جلد ۶ صفحہ ۲۷۹۲ (اور بعضوں نے کہا کہ یہ مجاز ہے اور مراد یہ ہے کہ کفر اور شرارت اُسکے چہرہ پر نمودار ہوگی" پھر لکھا ہے و قیل انّ الکتاب مجاز و اشارۃٌ الی سماۃ الحدوث اکمال اکمال المعلم شرح مسلم صفحہ ۲۶۷، اور امام سنوسی لکھتے ہیں قیل حقیقۃٌ و قیل مجازٌ مکمل اکمال الاکمال شرح مسلم صفحہ ۲۶۴ نیز لکھا ہے ذکر عیاضٌ فیہ خلافاً فَمنھم من قال ھِیَ مجازٌ السراج الوھاج جزء دوم صفحہ ۔ اور اب جبکہ واقعات نے بھی اس بات کی تائید کردی ہے تو انکار کی گنجائش نہ رہی جیسا کہ قرآن مجید بھی کفار سے

متعلق فرماتا ہے یعرف المجرمون بسیماھم سورۃ رحمٰن ع کہ بدکار لوگ اپنی پیشانیوں سے پہچانے جاتے ہیں اور مومنوں کے متعلق فرمایا سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود سورۃ فتح ع یعنی حضرتؐ کے اصحاب اور لوگوں میں پہچانے پڑتے چہرے کے نور سے" (شاہ عبدالقادر صاحب) در اصل یہ اشارہ ہے کہ وہ ایسے باطل اور خلاف عقل و فوق الفہم اعتقادات کا معتقد ہوگا کہ اس کو دیکھتے ہی کافر سمجھ لیا جاویگا۔ یہ خیال بھی نہ گذرنے پائیگا۔ کہ شاید ان اعتقادات فاسدہ و خیالات باطلہ کی صحت پر اسکے پاس کوئی دلیل ہو اس لئے یہ حق پر ہو۔ مگر اس حقیقت کو مومن ہی سمجھ سکینگے نہ غیر ہاں وہ بھی جو ان بدیہی البطلان عقائد سے نفرت کریگا

علامت نمبر ۳۔ معہٗ جنۃ ونار (مسلم) چونکہ احادیث متعلقہ پیشگوئی کی اکثر روایات بالمعنی ہیں لہذا یہ بھی احتمال ہے کہ راوی کا اپنا خیال بھی ان کے متن میں درج ہو گیا ہو۔ چنانچہ بخاری اور مسلم کی دوسری روایت میں بمثل الجنۃ والنار ہے مشکوٰۃ ص۴۷۳ اور ایک نسخہ بخاری میں بمثال الجنۃ والنار اور دوسرے میں بتمثال الجنۃ والنار بھی آیا ہے۔ یعنی وہ حقیقت میں جنت و دوزخ نہ ہونگے بلکہ کچھ چیزیں ہونگی جو ان کی مانند و مشابہ ہونگی حجج الکرامہ ص۴۰۲ و مرقات جلد ۵ ص۱۹۱۔ اور بعض روایتوں میں معہٗ جبل من خبزٍ و نھرٍ من ماءٍ (طبرانی، کنز العمال جلد ۷ ص۹۹ اور کسی میں معہٗ ماء و نار (مشکوٰۃ ص۴۷۳) اور ایک میں معہٗ نھران یجریان احدھما رأی العین ماءٌ والاٰخر رأی العین نارٌ (ابو داؤد) یعنی دو نہریں ہونگی۔ ایک بظاہر پانی اور دوسری دیکھنے میں آگ معلوم ہوگی حجج الکرامہ ص۴۰۲ (آگ کی بھی نہر ہوتی ہے) کنز العمال جلد ۷ ص۱۹۵ اور ایک میں ہے معہٗ وادیان احدھما جنۃٌ والاٰخر نارٌ (ابو داؤد) ایضاً ص۱۹۷ ایک میں ہے معہٗ نھرٌ و نارٌ فمن دخل نھرہٗ وجب وزرہٗ وحط اجرہٗ ومن دخل نارہٗ وجب اجرہٗ وحط وزرہٗ (احمد و ابو داؤد) حجج الکرامہ ص۴۰۲ (الفاظ وزر و اجر ظاہر کرتے ہیں کہ ظاہری نہر اور آگ مراد نہیں ہے بلکہ کچھ معنوی اور روحانی باتیں ہیں جنکا بوجھ اور اجر داخلین پر ہوگا) اور ایک روایت میں ہے کہ اسکے ساتھ دو پہاڑ ہونگے ایک اشجار و انہار و ثمار کا دوسرا دخان و نار کا این جنت باشد و آن دوزخ (حاکم) و باوے کوہی از ثرید باشد و نہری از آب (نعیم) و در روایتی آمدہ کہ باوی کوہہا باشد از نان (روٹیوں کے پہاڑ ہونگے) و مردم در جہد فاقہ اند مگر ہر کہ تابع او شدہ (یعنی اس کا ساتھ دینے والے آرام میں رہینگے) و در روایتی بخاری است کہ باوی جبل خبز باشد و زیادہ کرد مسلم کہ باوی جبال خبز و لحم و نہر ماء باشد و در روایتی است کہ باوی طعام و انہار است و در روایتی آمدہ کہ باوی طعام و شراب است و در روایتی مسلم جبل من مرقی و عراق اللحم و جبل من جنان و خضرۃ و جبل من نار و دخان کہ اسکے پاس طعام۔ گوشت۔ شراب وغیرہ بکثرت ہونگے حجج الکرامہ ص۴۰۲

غرض یہ اختلاف روایات مصداق ہے اس مصرعہ کا شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا خلاصہ ان سب کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے پاس اسباب عیش و عشرت اور آرام و آسائش کے بکثرت ہونگے۔ جس کو دوسرے لفظوں میں بہشت کہہ سکتے ہیں اور جسکو لوگ دیکھ کر لالچ میں آجائینگے اور اسکے دام تزویر میں گرفتار ہوکر وارث جہنم ہوجائینگے اور جو راسخ الاعتقاد مومن ہونگے وہ اُس سے بچیں گے اور اس کے بہشت کی طرف التفات تک نہ کرینگے۔ اور اسکی مخالفت میں جو جو تکالیف ہونگی (جسکو دوزخ یا نار کہہ سکتے ہیں) وہ انکو بخوشی برداشت کرینگے۔ اسیواسطے مخبر صادق فرماتے ہیں کہ اُسکا جنّت در حقیقت دوزخ ہے۔ (اسواسطے بھی کہ آرام طلبی خدا سے غافل کر دیتی ہے) اور اُسکا دوزخ جو اصل جنّت ہے (کیونکہ اس کی مخالفت بالحق ضرر نہیں دیگی۔ ورنہ عقلاً و شرعاً بھی یہ ناممکن ہے کہ اُسکو ایسی رفعت نصیب ہو کہ خدا سب کچھ اسکے قبضہ میں دیدے نعوذ باللہ من ذٰلک۔ چنانچہ اسی قسم کی باتوں کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا ہے هو اهونُ علی اللہ من ذٰلک (بخاری و مسلم) مشکوٰۃ صفحہ ۴۷۳ اسکے متعلق حاشیہ پر لکھا ہے الدجال احقر من ان اللہ تعالیٰ یحقق لهُ ذٰلک و انی هُوَ تخییلٌ و تمویه لِلاِبتلاء فیثبت المؤمن و یزل الکافر (یہی عبارت السراج الوہاج جزو دوم صفحہ ۲۳۹ پر بھی ہے) اور حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۲ پر ابن حبان کا بھی یہی مذہب لکھا ہے۔ ابن حبان را میل بآن ست کہ (ایں جنّت و نار) تخییل است۔ (هو اهون من ذالک) ابن حبان گفتہ لمعنی ایں لفظ نبوی آنست کہ وے خوار تر است براو تعالیٰ از آنکہ ایں چیز ہا او باشد حقیقۃً"..... و مؤید اوست روایت سابقہ کہ در دی لفظ رائی العین آمدہ۔ یعنی یہ سب کچھ دکھاوا ہی دکھاوا ہوگا جسکو بظاہر لوگ بہشت یا دوزخ سے تعبیر کرینگے نہ کہ حقیقۃً وہ دوزخ و بہشت ہونگے اور خود مصنّف حجج الکرامہ نواب صدیق حسن خاں صاحب نے بھی اپنا یہی مذہب ظاہر کیا ہے

علامت نمبر ۴۔ بارش کا برسانا اور خزائن کا اسکے پیچھے پیچھے چلنا اور انہار الارض کا اسکے لئے مسخر ہونا وغیرہ (دیکھو صفحہ ۴۵) یا مور بھی انسانی قدرت سے بالاتر ہیں۔ اور اس دجّال کیلئے ان باتوں کو جائز قرار دینا گویا اپنے ہاتھوں سے دین اسلام اور توحید قرآنی کی بنیادوں پر تبر رکھنا بلکہ اکھیڑ ڈالنا ہے۔ کیونکہ قرآن تحدی کرتا ہے امن خلق السمٰوٰت والارض و انزل لکم من السماء ماءً (سورۃ النحل ع) کہ سوائے خدا کے نہ کوئی زمین و آسمان پیدا کرنے پر قادر ہے اور نہ مینہ برسانے پر۔ هو الذی انزل من السماء ماءً خدا ہی مینہ نازل کرتا ہے۔ اور سورۂ لقمان میں ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث الخ کہ قیامت کا جاننا اور بارش کا برسانا وغیرہ محض مختص بذات باری تعالیٰ ہے چنانچہ حدیث میں ہے قال رسول اللہ صلعم خمس لا یعلمهن الا اللہ ثم قرء هذه الآیۃ (مشکوٰۃ کتاب الایمان حدیث اول) یعنی قیامت کا

علم - بارش کا نازل کرنا وغیرہ یہ پانچ باتیں سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کی قدرت میں نہیں - ایک اور مرفوع حدیث میں ہے اوتی نبیکم کل شیٔ سوای ھذا الخمس کہ رسول اللہ صلعم کو سب چیزیں دیگئیں سوائے ان پانچ کے فان العلم بھا مختص بہ تعہ مرقات جلد اول ص۵۳ ہاں یہ بھی مجازاً اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ دجال زمین سے بہت فائدہ اُٹھائیگا - اور اپنی تدبیروں سے زمین کو آباد کریگا - اور ویرانہ کو خزانہ کرکے دکھائیگا اور اس میں زیادہ تر نہروں ہی کا دخل ہوگا ورنہ قرآن میں ہے سخر لکم الشمس والقمر الخ کہ سورج و چاند ہمارے لئے مسخر ہیں تو کیا وہ ہمارے قبضہ و قدرت میں آگئے ہیں؟ یہی معنی ہیں کہ ہم ان سے فوائد حاصل کر رہے ہیں - اور یوں بھی بعض جگہوں میں بارش بذریعہ آلات خاص کے برسائی گئی ہے فتفکروا -

علامت نمبر ۵ - ایک جوان کو قتل کرنا - موت و حیات اور احیاء و اماتت محض قبضۂ قدرت باری تعالیٰ میں ہے جیسا کہ قرآن مجید کی کثیر التعداد آیات سے ہویدا ہے - مثل ھو یحیی و یمیت والیہ ترجعون (سورۃ یونس ع ۶) یعنی اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے؛ اس کے سوا اور کوئی اس امر پر قدرت نہیں رکھتا - یا مثلاً حکایۃً حضرت ابراہیمؑ سے فرمایا ربی الذی یحیی و یمیت کہ خدا وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے - (۳) فیمسک التی قضی علیھا الموت یعنی جس پر ایک دفعہ موت وارد ہوگئی اللہ تعالیٰ اسکو واپس آنے سے روک دیتا ہے - (۴) ثم انکم یوم القیامۃ تبعثون کہ مرنے کے بعد پھر قیامت ہی کو لوگ اُٹھینگے نہ کہ اس سے پہلے - یہ آیات بطور نمونہ کے تحریر کی ہیں ورنہ قرآن مجید اس بیان سے بھرا پڑا ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی زندہ کرنے اور مارنے پر قادر نہیں اور یہ کہ جو ایک دفعہ فوت ہو جائے - اور قطعی اور یقینی طور پر اسکی روح بدن سے مفارقت اختیار کرلے - تو پھر وہ زندہ ہوکر دوبارہ اس دار العمل میں نہیں آسکتا - چنانچہ ایک حدیث بھی اس بیان کی مؤید ہے جو مشکوٰۃ میں درج ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ شہید ہوگئے تو خدا تعالیٰ نے انپر خوش ہوکر کہا - یا عبدی تمن علیّ اعطاک قال تحیینی فاقتل فیک ثانیۃً قال الرب تبارک و تعالیٰ انہ قد سبق منی انھم لا یرجعون (رواہ الترمذی) کہ اے میرے بندے! کچھ مجھ سے مانگ میں تجھے دونگا تب اس نے عرض کی کہ اے میرے رب مجھ کو زندہ کرکے پھر دنیا میں بھیج تا تیری راہ میں دوبارہ شہید کیا جاؤں - تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کیونکہ میں قرآن کریم میں عہد کرچکا ہوں کہ جو لوگ فوت ہو جائیں - پھر وہ دنیا میں بھیجے نہیں جائینگے - (اسی کے ہم معنی ایک حدیث بخاری میں بھی ہے)

کیا صاف اور واضح حدیث ہے - خدا کی راہ میں جان دینے والا دوبارہ زندہ ہونیکی خواہش کرتا ہے اور خدا تعالیٰ نے خود کہا کہ جو تو مانگیگا دونگا مگر اسکی یہ تمنی پوری نہیں کی جاتی اور جواب ملتا ہے قد سبق منی انھم لا یرجعون پس زندہ کرنا اور مارنا یہ فعل مختص بالالوہیت ہے جس کا غیر سے صادر ہونا ممتنع اور محال ہے وان کان ذلک فضلاً

عن الکافر (اور یہ کہ جو ایک دفعہ مرجائے پھر اسکا زندہ کرنا خدا کا بھی قانون نہیں چہ جائیکہ کوئی اور اپنی طاقت سے مار کر زندہ کردے) چنانچہ تفسیر کبیر میں زیر آیت اذ حاج ابراھیم لکھا ہے (المسئلة الثانیة) دلیل ابراھیم کان فی غایت الصحت وذالک لانہ لا سبیل الیٰ معرفت اللّٰہ تعالیٰ الا بواسطة افعالہ التی لا یشارکہ فیھا احد من القادرین والاحیاء والاماتة کذالک لان الخلق عاجزون عنھا والعلم بعد م الاحیاء ضروری جلد ۲ صفحہ ۴۷۹ یعنی زندہ کرنا اور مارنا خدا تعالیٰ کے ایسے افعال میں سے ہے جن پر مخلوقات میں سے کوئی بھی قادر نہیں اور یہ امر بدیہات میں سے ہے ثم ان قولنا نری حدوث اشیاء لا یقدر الخلق علیٰ احداثھا لہ امثلة منھا الاحیاء والاماتة جلد ۲ صفحہ ۴۷۲

پس بہر صورت ہمیں اسکی کوئی تاویل کرنی پڑیگی۔ (اور یہ ہے بھی مکاشفہ کما مر) میں اصل نمبر ۲ میں بتا چکا ہوں کہ بعض مقام پر امر کلی کو بطور جزئی خاص کے بھی بیان کردیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ تمثیلات کا نفس الامر میں وقوع ضروری نہیں۔ بلکہ وہ بعض حالات کے اظہار کے لئے بیان کی جاتی ہیں۔ پس یہ بھی ایک تمثیل ہے اور مراد یہ کہ دجال اسلام کا سخت دشمن اور بدخواہ ہوگا اور اسکی تمامتر جدوجہد اسی بات میں صرف ہوگی۔ کہ کسی طرح اسلام کا نام ونشان صفحۂ ہستی سے مٹ جائے۔ حتیٰ کہ وہ (فی زعمہ) اسلام کو قتل بھی کرڈالیگا مگر خدا اسکی حفاظت کریگا۔ گویا اسکو پھر زندہ کردیگا۔ اور یہ کہ وہ مقتول زندہ ہونیکے بعد اور بھی زیادہ دجال کے کاذب اور اسلام کے حق ہونے پر یقین کریگا اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب دجال اپنی انتہائی کوشش کے ساتھ کو تباہ کردیگا اور دنیا گمان کریگی کہ اگر یہ مذہب سچا ہوتا تو کیوں کچلا جاتا۔ تب ناگہاں خدا کی غیرت جوش میں آئیگی۔ اور وہ بموجب وعدہ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔ مسیح موعودؑ کو بھیج دیگا۔ جو آکر دجالی فتنہ کو پاش پاش کردیگا ایسی صورت میں اسلام کی سچائی پر فی الحقیقت زیادہ یقین ہوگا۔ کہ یہ خدائی مذہب تھا جبھی اس نے وقت پر اسکی مدد وحفاظت کی۔ اور یہ کہ عینی اور مرئی چیز سے مراد غیر مرئی اور غیر حسی (روحانی) کیوں لی گئی ہے تو معلوم ہونا چاہیئے کہ علماء نے عالم اجسام و عالم ارواح کے مابین ایک اور عالم تسلیم کیا ہے جسکا نام وہ عالم مثال رکھتے ہیں وہاں کی بعض اشیاء جو بظاہر جسمانی معلوم ہوتی ہیں دکھائی جاتی ہیں مگر مراد ان سے بعض روحانی اور غیر جسمانی امور ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۵ میں لکھا ہے قال العلماء بین عالم الاجسام وعالم الارواح عالم اُخر یقال لہ عالم المثال وعالم نورانی شبیہٌ بالجسمانی والنوم سببٌ سیر الروح المنور فی عالم المثال ورؤیتُہ ما فیہ من الصور غیر الجسمانیة" جسکی نظائر اصل ۲ میں دیگئی ہیں دیکھو ۴ و ۵ و ۶ و ۷ نیز قتل کرنے اور زندہ کرنے سے وہ فتنہ ہائے شدیدہ بھی مراد ہوسکتے ہیں جنہیں اکثر اہل اسلام مبتلا ہوکر اپنے دین اسلام کو کھو بیٹھینگے اور جو مسلمان باوجود ابتلاء شدید کے ہونے کے (جو گویا قتل ہی کے قائمقام ہوگا) پھر بھی اپنے ایمان کی حفاظت کرینگے۔ وہ گویا از سر نو حیات پا دینگے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ وہ سحر اللسانی وشمشیر قوت بیانی اور فلسفہ جدیدہ سے بعض مومنین پر غالب آویگا۔

علامت نمبر ۶۔ مدۃ مکث الدجال اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ دجال کے ٹھیرنے کی مُدت کیا ہوگی۔ ایک روایت میں ہے یمکث فی الارض اربعین سنۃً (مشکوٰۃ ص۴۷۳) کہ چالیس سال مُدت ہے مگر دوسری روایت میں ہے اربعون یوماً کہ چالیس دن ٹھیریگا۔ اسی کی تائید میں ایک یہ حدیث بھی ہے فیکون فی الارض اربعین صباحاً (رواہ الطبرانی کنز العمال جلد ۷ ص۱۹۹) اور تمیم داری کے دجّال کے اپنے بیان سے بھی یہی مُدت معلوم ہوتی ہے۔ کما قال فی اربعین لیلۃ۔ اس اختلاف سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ دراصل صحیح اندازہ اسکے قیام کا کوئی نہیں۔ اور یہ بھی ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ خود آنحضرت صلعم پر بھی یہ امر مشتبہ ہی رہا ہو۔ یا شائد یہ مطلب ہو کہ انسانی قویٰ کے نشو ونما کا زمانہ بالعموم چونکہ چالیس برس ہی ہوتا ہے بلغ اشدہ اربعین سنۃً اسلئے آپکا منشاء یہ ہو کہ دجال اپنے پورے زور کو پہنچیگا۔ اور کمال تام اور پوری شان و شوکت کو حاصل کریگا اور ایسے اوج کے بعد تنزل کی طرف عود کریگا یہاں تک کہ اگر مسیح موعودؑ اسکو قتل نہ بھی کرے تو وہ خود بخود ہی نیست و نابود ہوجائے۔ کیونکہ اسکی جوانی مائل بپیری ہو کر ضعیف ہوجائیگی۔ چنانچہ اس حدیث سے بھی اس مضمون کی تائید نکلتی ہے ذاب کما یذوب الملح فی الماء (مشکوٰۃ)

علامت نمبر ۷۔ دجال کے دن چھوٹے بڑے ہونگے بظاہر معنی کہ دجال کے وقت مقدار زمانہ میں تغیر و تبدل واقع ہوجائیگا عقل و نقل کے سخت خلاف ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ھو الذی جعل الشمس ضیاء والقمر نوراً وقدرہ منازل لتعلموا عدد السنین والحساب والشمس تجری لمستقر ذالک تقدیر العزیز العلیم۔ پ۲۳ یٰس ع۲ یعنی ہم نے سورج و چاند کے اندازے اور انکے لئے منازل مقرر کر رکھے ہیں (جن سے دن و رات پیدا ہوتے ہیں) انہیں تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا۔ اور عقل بھی یہ تجویز نہیں کرسکتی۔ کہ کسی وقت سورج کی موجودہ رفتار میں اتنی کمی آجائے۔ کہ سال بھر کے بعد جاکر غروب ہوا کرے۔ یا یہ کہ اسکی رفتار میں اتنی تیزی پیدا ہوجائے۔ کہ موجودہ ایک ماہ کی مقدار میں سال ختم ہوجائے۔ اور نہ ہی یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ ایسے ایام میں کارخانۂ عالم کا انتظام کیونکر قائم رہ سکتا ہے۔ نیز اس کمی و بیشی کے متعلق بھی اختلاف پایا جاتا ہے ایک حدیث میں ہے السنۃ کشھر الخ کہ ایک سال مہینے کے برابر ہوگا ھلم جرًّا جس سے پایا جاتا ہے کہ اسکے دن جلد جلد گذرینگے۔ مگر دوسری حدیث میں ہے یوم کسنۃ الخ یعنی ایک دن سال کے برابر ہوگا الخ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت آہستہ گذرینگے۔ پہلے تو ہمارے ظاہر بین مخالفین کو چاہیئے کہ وہ ان متضاد بیانوں میں مطابقت و موافقت ثابت کریں پھر اعتراض کرنے پر آمادہ ہوں۔

اصل بات یہ ہے کہ لمبے دنوں سے مراد تکلیف اور مصیبت کے دن بھی ہوتے ہیں۔ بعض مصیبتیں ایسی دردناک ہوتی ہیں کہ ایک دن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتیں ایسی کہ ایک دن ایک مہینے کی مانند معلوم ہوتا ہے۔ اور بعض میں ایک دن ایک ہفتے جیسا لمبا سمجھا جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ صبر پیدا ہوجاتے سے وہی لمبے

معمولی دن دکھائی دینے لگتے ہیں اور صبر کرنیوالوں کے لئے آخر وہ گھٹائے جاتے ہیں جیسا کہ ملا علی قاری نے لکھا ہے العرب تستعمل قصر الایام واللیالی فی المسرۃ وطولھا فی المکارہ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۷۵ کہ عرب چھوٹے دنوں کو خوشی اور لمبے دنوں کو تکلیف میں استعمال کرتے ہیں پس یہ ایک استعارہ ہے جیسا کہ نبی کریمؐ کی اس کلام میں استعارہ ہے کہ میری بیویوں میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جسکے لمبے ہاتھ ہیں گویا لمبے دنوں سے مراد دجال کا وہ ابتدائی زمانہ ہے جبکہ اسکی ترقی میں بڑی بڑی شدید رکاوٹیں پیدا ہو جائینگی۔ اور اسکو بڑے بڑے خطرناک مصائب اور ہیبتناک مشکلات کا سامنا ہوگا اور السنۃ کشھر الخ میں اسکے اس زمانہ کا نقشہ ہے جبکہ اس کا امر قائم ہو جائیگا۔ اور وہ تمام موانع کو دور کر کے خوشحال اور آرام حاصل کرلیگا۔ کیونکہ خوشی کے دن چھوٹے معلوم دیتے ہیں نیز اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ اسوقت سفری سہولتیں پیدا ہو جائینگی حتّٰی کہ برسوں کا سفر مہینوں اور مہینوں کا ہفتوں اور ہفتوں کا سفر دنوں میں ہوا کریگا۔ چنانچہ یہ تاویل بعض غیر احمدی علماء نے بھی کی ہے (دیکھو حمار الدجال کا بیان) اور یوم کسنۃ الخ سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ زمانۂ دجال میں وقت کی بڑی قدر ہوگی ایک دن کی قیمت سال کی قیمت کے مساوی سمجھی جاویگی اور ایک دن کا ضائع ہونا گویا برس کا ضائع ہونا متصور ہوگا اور یہ بھی کہ ایک یوم کی عیش و عشرت کے لئے تنعم و آسائش کے سامان لوگ اتنے مہیّا کیا کرینگے جتنے گویا سال یا مہینے یا ہفتے کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ اور برسوں کا خرچ دنوں میں اڑا کریگا۔

اور السنۃ کشھر الخ کے حاشیۂ مشکوٰۃ پر یہ تاویلی معنی لکھے ہیں یحمل ذالک علیٰ قلۃ برکۃ الزمان وذھاب فائدتہ او علٰی ان الناس لکثرۃ اھتمامھم لما دھمھم من النوازل والشدائد واشتغال قلوبھم بالفتن العظام لا یفطنون بمعنی الایام ذالک لا ینافی استطالۃ للشدائد لان استطالہ انما یکون مع الحیرۃ والدھش مرقاۃ جلد ۵ یعنی اسکی تعبیر و تاویل یہ ہے کہ اس زمانہ میں برکت نہ رہیگی یا یہ لوگ شدائد و محن میں مبتلا ہونیکی وجہ سے دنوں کے گذرنیکی طرف خیال ہی نہ کر سکینگے جسکا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ دن جلدی گذرتے معلوم ہوتے ہیں۔ اور لمبے دنوں سے مراد حیرت و پریشانی میں گرفتار ہونا ہے۔ اور ایکفینا فیہ صلوٰۃ یوم کہنے پر جو آپ نے فرمایا کہ لا بل اقدروا لہ قدرہٗ تو یہ علیٰ سبیل الاحتمال ہے یعنی آپ نے بلحاظ وسعت قدرت الٰہی کشفی امر کو مطابق سوال سائل اور فہم و استعداد اسکی کے ظاہر پر محمول کر کے بر طبق کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم کے جواب دیا ہے۔ ورنہ آنحضرتؐ تصریح فرما چکے ہیں کہ مکاشفات کی تعبیر کبھی غیر ظاہر پر بھی وقوع میں آجایا کرتی ہے۔ اور یوں بھی نمازیں رات دن میں پانچ ہیں (بخاری باب المعراج) جنکے اوقات مقرر ہیں اسی لئے کسی فقہ وغیرہ میں بھی نہیں لکھا کہ دجّال کے وقت میں (جو قریباً ۴۰ برس کا عرصہ ہی) نمازوں کا کیا انتظام ہوگا۔ تو یہ خلاف ہے کہ ایک دن میں ۱۸۰۰ نمازیں پڑھی جاویں۔ نیز یہ بھی یاد رہے کہ اقدروا لہ قدرہٗ

کے یہ معنی نہیں کہ نماز کا اندازہ کر لیا کرنا۔ کیونکہ اس جملہ میں دونو ضمیریں مذکر کی ہیں۔ اور لفظ صلوٰۃ مؤنث ہے۔ بلکہ اس میں آپ نے سائل کی غلطی کو ظاہر کیا ہے کہ تم نے سمجھا ہے جو واقعہ میں دن لمبے ہو جائینگے لا بل اقدروا له قدرہٗ حالانکہ ایسا نہیں ہوگا بلکہ انکی مقدار اتنی ہی سمجھو جتنی ہوا کرتی ہے اور اب اور بعض روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنو کی کمی بیشی دجال کی قدرت اور طاقت سے ہوگی یعنی وہ سورج کو روکے رکھیگا یہانتک کہ ایک سو برس کی برس کی مدت گذر جائیگی۔ اور پھر اس کی رفتار میں اتنی تیزی پیدا کر دیگا کہ ایک دن مانند ایک ساعت کے گذر جائیگا (اخرجہ نعیم ابن حماد و حاکم) حج الکرامہ ص۳۵۳۔ کیا یہ بھی اپنے ظاہر پر محمول ہو سکتا ہے اور سچ مچ دجّال کو اجرام فلکیہ پر قبضہ و تصرف حاصل ہو جائیگا۔ فلیتدبّر المتدبّرون +

علامت نمبر ۸۔ مرکب الدجّال دجال کی سواری کو بیشک آنحضرتؐ نے حمار یعنی گدھے ہی کے نام سے موسوم کیا ہے مگر اس کی جو صفات اور علامات حدیثوں میں بیان کی گئی ہیں۔ وہ صریح طور پر ظاہر کر رہی ہیں کہ فی الحقیقت وہ سواری از قسم ذی روح مخلوق نہیں ہے مثلاً فرمایا وہ رات دن چلا کریگا۔ چلتے وقت لوگوں کو آواز دیا کریگا۔ ہزاروں لوگ اسکے اندر داخل ہو جائینگے۔ امامہٗ جبل دخان و خلفہٗ جبل دخان اسکے آگے پیچھے دھوئیں کا پہاڑ سا ہوگا۔ یخوض البحر الی کعبیہ۔ سمندر میں بھی تیریگا۔ یتناول السحاب بیمینہ ویسبق الشمس الیٰ مغیبھا بادل کو دائیں ہاتھ سے پالیگا۔ اور سورج کے غروب ہونے سے پہلے کہیں کا کہیں چلا جائیگا۔ اس کے ایک کان سے دوسرے کان ستر باع کا فاصلہ ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ اب اہل دانش جان سکتے ہیں۔ کہ دنیا بھر میں ایسی کوئی نسل موجود نہیں اور نہ ہی دماغ انسانی میں سما سکتا ہے کہ موجود ہو جس سے وہ گدھا متصف باین صفات پیدا ہو سکے۔

قرآن مجید اور حدیث پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نئی قسم کی سواری نکلیگی۔ جسکی وجہ سے سفر آسانی سے طے ہوا کرینگے۔ اور باقی تمام قسم کی سواریاں اسکی موجودگی میں بیکار ہو جائینگی جیسے فرمایا اذا العشار عطلت یعنی ایک زمانہ آنیوالا ہے کہ اونٹ وغیرہ جو بلحاظ سواری اور سفروں کے طے کرنے کے ہر قسم کی سواریوں سے اعلیٰ و افضل شمار کئے گئے ہیں۔ وہ بھی معطل و بیکار ہو جائینگے۔

اس سے یہ مراد نہیں کہ لوگ پیدل سفر کیا کرینگے یا یہ کہ اونٹ کی نسل ہی دنیا سے مفقود و نابود ہو جائیگی۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان سے بھی ایک اعلیٰ اور آرام دہ سواری نکل آئیگی۔ جسکے میسر ہوتے ہوئے اس پر کوئی سوار نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس آیت میں بھی اس کا اشارہ پایا جاتا ہے والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا و زینۃ و یخلق ما لا تعلمون (النحل ع۱) یعنی گھوڑے۔ خچر اور گدھے ہم نے سواری کیلئے ہیں۔ مگر آئندہ ہم بعض اور سامان سواری کے پیدا کرینگے جن کی حقیقت و ماہیت کو آج تم سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اور حدیث میں آیا ہے

ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔ کہ ایک وقت اونٹوں پر لمبے سفروں کا طے کرنا ترک کردیا جاویگا کیونکہ ان سے بہتر اور سواریاں بکثرت مل سکینگی چنانچہ اسکے متعلق مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے والمعنی انہ یترک العمل علیھا استغناء عنھا لکثرۃ غیرھا جلد ۵ صفحہ ۲۲ (استغناء تبھی ہوسکتا ہے کہ دوسری سواریاں رفتار و آرام میں بھی اعلیٰ ہوں ورنہ کثرت کس کام کی) اور مراد اس سواری سے موٹر ٹریم وغیرہ کے سامان اور بالخصوص ریل اور ہوائی و بحری جہاز ہیں کیونکہ اس سواری کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ وہ آگ اور پانی سے چلیگی۔ یوشک ان تخرج نار من حبس سیلٍ تسیر سیر الابل بمطیئۃ الابل کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۵ اور نار سے مراد ریل گاڑی لینے کے لئے ملاحظہ ہو بخاری مترجم سیپارہ پندرھواں صفحہ ۸۴ کا حاشیہ وہاں لکھا ہے "اگر غور کرو تو آگ سے ریل گاڑی مراد ہوسکتی ہے الخ" چنانچہ بعض غیر احمدی علماء نے بھی اسی کو خر دجّال قرار دیا ہے (۱) "علیٰ ہذا خر دجّال ریل کا حال ہے جو حسب حدیث ایک دن میں ایک ماہ کی راہ جاتی ہے اور آگ اور پانی اس میں ہے اور دوزخ و بہشت بھی" مقدمہ تفسیر غایت البرہان صفحہ ۳۴ (۲) "دجال کے ساتھ خر اقمر یعنی ریل ہوگی جسمیں جنّت یعنی آرام والی شئے درجہ اوّل کی گاڑی و آگ پانی ہے مع بہت کچھ سامان کے" کواکب دریہ صفحہ ۱۵۷ (۳) وہی بزرگ لکھتے ہیں "اس عرصہ میں اصفہان سے تا دمشق ریل جاری ہوجاویگی۔ جو خر دجّال سے عبارت ہے جسمیں آگ و پانی ہے جنّت مثال (یأتی بمثال الجنّۃ۔ الحدیث) درجہ اعلیٰ کی گاڑیاں ہیں جنمیں سارا سامان ضروری رہتا ہے۔ اور دوزخ درجہ ادنیٰ کی گاڑیاں ہیں" (ایضاً صفحہ ۱۶۲ (۴) ایام ہڑتال و شورش میں مولوی ظفر علی صاحب نے ایک شعر میں ریل کو خرِ دجّال قرار دیا ہے وھو ھذا ؎

"اب سبز باغ دیکھنے میں آئینگے کہاں ٭ افسوس پا بگل خرِ دجّال ہوگیا" اخبار زمیندار ۱۱ مئی سنہ ۱۹۲۰ء

(۵) "اور روایات احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دجّال مع خدم و حشم و سازو سامان بھر اکریگا۔ تو ضرور ہوا کہ تمام لشکر کو ایسی سواری باد رفتار درکار ہوگی کہ اس شیطانی دوڑ کے برابر پہنچ سکے۔ پھر ایسا مرکب دنیا میں نظر نہیں آتا۔ کہ اس سامان فرعونی اور لشکر شیطانی کو ہمرکاب پہنچا دے۔ بجز ریلوے کے۔ اور اسی کو ابر پر باد سے مشابہت صوری بدرجہ ادنیٰ ہے کہ پچاس ساٹھ گاڑی کلاں ایک جسم کلاں یک جسم ہوکر مانند بادل کے دوڑتی ہیں اور چال اس گاڑی کی حسب ارشاد رسول مقبول صلعم ہوا کی چال سے ہے ہندوستان کی گاڑی کو ابھی بہت تیز چلائی نہیں جاتی۔ تیس میل جاتی ہے اور ولایت میں حسب بیان اہل فرنگ ساٹھ میل جاتی ہے اور اب ایسی کلیں ایجاد ہوئی ہیں کہ اس سے تیز تر ہوجائے ..... بالجملہ یہ گاڑی ریلوے بھی گویا آثار قیامت سے ہوئی" تصریح الاذکیاء فی احوال الانبیاء مطبوعہ مارچ سنہ ۱۸۸۶ء صفحہ ۴۷

ایک اور نظر از روئے علم التعبیر

چونکہ احوال الدجال و صفاتہٖ آنحضرت صلعم پر بذریعہ کشف و رؤیا کے ظاہر کیئے گئے تھے (دیکھو اصل ۱) اسلئے فرض ہُوا کہ ہم انپر از روئے علم التعبیر بھی نظر کریں۔ کیونکہ رؤیا کی بعض باتیں قابل تاویل بھی ہوتی ہیں (کما ثبت فی المقدمۃ) (اصل ۲) سو معلوم ہونا چاہیئے کہ دجال کو جو آنحضرت صلعم نے ایک آنکھ سے کانا دیکھا تو آنکھ سے مراد دین بھی ہوتا ہے جیسا کہ لکھا ہے:-

(۱) وعین الآدمی دینہٗ ومن رأی انہ یداوی عینہ فانہ یصلح دینہٗ تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۷۷

(۲) اور اعور العین کے متعلق لکھا ہے من رأی فی المنام انہ اعور العین اصاب اثماً کبیراً عظیماً۔ کہ وہ بڑے بڑے گناہوں کا مرتکب ہوگا (کیا ایک عاجز انسان کو خدا بنانا اثم کبیر و عظیم نہیں ہے؟)

والعمی ایضاً غنی فمن رأی انہ اعمی استغنی کہ اندھے سے مراد غنی و مالدار ہونا بھی تعطیر الانام جلد ۲ صفحہ ۷۹ وکنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۹ (دجال کا اندھا ہونا دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۳)

(۳) دجال جکڑا ہُوا دیکھا گیا تھا اسکے متعلق لکھا ہے ومن رأی انہ یدہ مغلولۃ الی عنقہ۔ فانہ یصیب مالا یؤدی حق اللہ تعالیٰ فیہ۔ کہ مال ہاتھ آئیگا مگر خدا کا حق ادا نہ کریگا۔ والغل یدل علی عمل غیر صالح وکسب حرام ایضاً صفحہ ۱۰۱

(۴) دجال کو شراب پیتے دیکھا۔ الخمر فی المنام مال حرام نیز من رأی انہ یشرب الخمر فانہ یصیب اثماً کبیراً ورزقاً واسعاً۔ والخمر فی المنام یدل علی الفتنۃ والشرور والعداوۃ والبغضاء وایضاً یدل علی الکذب والزنا وشرب الخمر یدل علی غباوۃ شاربہ وجھلہ تعطیر الانام جلد اول صفحہ ۱۵۳ یعنی شراب پینے سے مراد مال حرام۔ بڑا گناہ۔ وسعت فی الرزق فتنہ و شرارتیں اور عداوت و بغض جھوٹ زنا وغیرہ امور ہوتے ہیں

(۵) جوان ہوگا۔ الشاب فی التاویل عدو الرجل ومکرٌ وخدیعۃ۔ یعنی دشمنی مکر۔ دھوکا مراد ہے۔

(۶) بوڑھا بھی فرمایا ہے (حجج الکرامہ صفحہ ۴۰۲) الشیخ الکافر یدل علی عدو قدیم العداوۃ۔ پُرانی عداوت رکھنے والا دشمن۔

(۷) سر کے بال۔ ھو فی المنام مال وطول عمر وان رأی ان شعرہ جعدٌ۔ فانہ یشرف ویعز۔ وینال سیادۃ وعزا۔ تعطیر الانام جلد اوّل صفحہ ۸۔ مال۔ لمبی عمر۔ اور اگر بال گھنگریالے ہوں تو شرف و عزت اور [illegible] حاصل ہوتی ہے

(۸) الحمار۔ قال دانیال رؤیا الحمار بخت وعلو مرتبۃ۔ ومن رأی انہ رکب فوق الحمار فانہ یدل علی ازدیاد المال وغنی بلا نہایۃ ولا حصر۔ وقال ابوسعید الحمار ھمۃ الانسان وجدہٗ قسمتہٗ وحسنہٗ غنی۔ منتخب الکلام جلد دوم صفحہ ۲۴۵ والحمیر رکوبھا فی المنام یدل علی الزینۃ بالمال

فاذا کان الحمار کبیراً فهو رفعةٌ واذا کان ابیض فهو زین صاحبه وبهاءه۔ تعطیر الانام جلد ۱ صفحہ ۱۳۹

واذا کان جید المشی فهو فائدة الدنیا منتخب الکلام جلد ۱ صفحہ ۱۳۴ و قال جعفر الصادق رؤیا الحمیر تؤل علی عشرة اوجه بخت ودولت ونفاذ امر۔ وریاست ومال وامرأة وجاریة وفرح وعز و اقبال ومرتبة۔ پھر لکھا ہے والحمیر الابیض عز وجاہ واقبال ومرتبة ونعمة وسرور افراح ایضاً۔

(۹) ایک روایت میں ہے کہ اس گدھے کا رنگ سفید ہوگا کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ و مجمع الکرام صفحہ ۴ والبیاض مجاز عن الفرح والسرور تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳ مراد ہے اسکی خوشحالی۔ اور ظاہر من الشمس ہے کہ بلحاظ تعبیر کے بھی یہ علامت اس دجال موعود میں پائی جاتی ہیں۔

فتنۂ دجّال کی نوعیّت

یعنی دجّال کا فتنہ لسانی ہوگا یا سنانی۔

سو یاد رہے کہ ذیل کے قرائن قویہ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کو صرف شکوک و شبہات ہی کے ذریعے سے گمراہ کریگا یعنی قلوب میں وساوس و خدشات ڈالکر اپنے جال اور دام تزویر میں لانیکی کوشش کریگا۔ نہ کہ بذریعہ سیف و سنان۔

قرینہ اولیٰ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں من قرأ عشر الاواخر من سورة الکهف عصم من فتنة الدجال (ترمذی) کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۱۲ کہ جس شخص نے سورۃ کہف کی آخری دس آیتیں پڑھ لیں وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہا۔

اگر اس کا فتنہ ظاہری جبر و قہر کا ہو تو اس سے دس آیتوں کا پڑھ لینا کیونکر بچا سکتا ہے ہاں چونکہ وہ محض وساوس ہونگے جو دلوں میں ڈالیگا اس لئے قرآن مجید کی برکت سے مومن محفوظ رہ سکتے ہیں۔

قرینہ ثانیہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یخرج وانا فیکم فانا حجیجه دونکم وان یخرج ولست فیکم فامرءٌ حجیج نفسهٗ واللہ خلیفتی علی کل مسلم (مسلم) کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۱ یعنی اگر دجال میری موجودگی میں نکل آیا۔ تو میں حجت و برہان سے اس کا مقابلہ کرونگا اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر شخص بنفسہٖ بحجت و برہان اس کا مقابلہ کرے حجیجه ای محاجه ومبطل امره اکمال المعلم اور مکمل الاکمال صفحہ ۲۶۹ اور مرقات شرح مشکوۃ جلد ۵ صفحہ ۱۹۲ میں لکھا ہے ای انا مخاصمهٗ ومغالبهٗ بالحجة۔

نیز آیات ذیل میں بھی حجیج بمعنی مقابلہ باللسان والعلم ہی استعمال ہوا ہے (۱) هاأنتم هؤلاء حاججتم فیما لکم به علم فلم تحاجّون فیما لیس لکم به علم (آل عمران ع) (۲) او یحاجوکم عند ربکم (آل عمران ع) (۳) الم تر الی الذی حاج ابراهیم فی ربه ( ) (۴) حاجهٗ قومهٗ قال أتحاجّونی فی اللہ (انعام ع) پس اس حدیث سے ظاہر ہے کہ دجّال بھی اپنے علم و سحر لسانی ہی سے لوگوں کو پھسلائیگا۔ تبھی اس پر غلبہ بالحجۃ کا ذکر فرمایا۔

قرینۂ ثالثہ من سمع به فلینأ عنه فوالله ان الرجل لیأتیه وهو یحسب انه مؤمن فیتبعه لما یبعث به من الشبهات (ابو داؤد) فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ جو دجال کا ذکر سنے وہ اس سے الگ ہی رہے کیونکہ خدا کی قسم آدمی اسکے پاس جائیگا۔ اور یقین ہوگا کہ میں مومن ہوں۔ مگر وہ اس کا تابع ہو جائیگا۔ بوجہ ان شبہات کے جن سے وہ لوگوں کو گمراہ کیا کریگا۔ (مطلب صاف ہے تشریح کی ضرورت نہیں)

قرینۂ رابعہ ان الله تعالیٰ یعصم المؤمن یومئذٍ بما عصم به الملائکة من التسبیح (طبرانی) یعنی فتنۂ دجال سے مومن حمد و تسبیح کے ساتھ بچائے جائینگے (وساوس کا علاج ہے ورنہ تلوار کا مقابلہ تسبیح سے؟) چنانچہ قاضی عیاض لکھتے ہیں۔ هو اهون علی الله من ان یجعل ما خلقه الله تعالیٰ علی یده مضلاً للمؤمنین و مشککاً لقلوبهم اکمال المعلم صفحہ ۳۰۹ مرقات جلد ۵ صفحہ ۲۱۳ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال اپنے عجائبات سے لوگوں کے دلوں میں شکوک ڈالنا چاہیگا مگر مومن کی خدا تعالیٰ خود حفاظت کریگا۔

قرینۂ خامسہ فعاث یمیناً و عاث شمالاً یا عباد الله فاثبتوا (مشکوٰۃ) یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ جب دجال کا فتنہ ظاہر ہو اور وہ دائیں بائیں فساد ڈالنا شروع کرے تو اسوقت اے اللہ کے بندو! ثابت رہیو۔

اس سے عیاں ہے کہ اس کا فتنہ اس قسم کا ہوگا جس سے عام مومن بھی بچ سکتے بلکہ اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں (انتہاء فتنہ کے وقت مسیح موعودؑ کی بعثت ضروری ہے) اور نہ یہی روحانی یعنی دلائل و براہین کا مقابلہ ہے نہ تیر و تفنگ کا۔

کیا دجال فرد واحد ہے؟

کہا جاتا ہے کہ دجال فرد جزئی ہے لیکن جیسا کہ لغۃً ثابت کیا جاچکا ہے دجال ایک گروہ اور فرقۂ عظیمہ کا نام ہے اور بعض حدیثوں میں جو اسکو بصیغۂ واحد بیان کیا گیا ہے تو یہ بلحاظ وحدت شخصی کے نہیں بلکہ باعتبار وحدت نوعی کے ہے۔ نیز چونکہ یہ تمام ماجرا کشفی ہے اسلئے کشف میں کبھی فرد واحد دکھایا جاتا ہے اور مراد اس سے جماعت اور کثرت ہوتی ہے دیکھو مقدمہ اصل نمبر ۲۔ مگر علاوہ ازیں قرآن و حدیث سے بھی اسی امر کی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔

(۱) چنانچہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے من قرء عشر آیات من اول سورة الکهف عصم من فتنة الدجال (مسلم، کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۴۳) یا فرمایا من قرء عشر آیات من آخرها ثم خرج الدجال لم یسلط علیه (طبرانی۔ حاکم۔ بیہقی) کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۱۴۲ اور بتغیر الفاظ یہی حدیث السراج الوہاج جزو دوم صفحہ ۶ پر مذکور ہے) یعنی جو شخص سورۂ کہف کی آخری اور ابتدائی آیات پڑھیگا وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہیگا۔

اب سوال ہوتا ہے کہ قرآن مجید کوئی ٹونے ٹوٹکے کی کتاب تو نہیں ہے جو یہ آیات پڑھکر پھونک مارنے سے لشکر فتنہ کا

اثر زائل ہو جائیگا۔ دوئم ان آیات کی تخصیص کی بھی کوئی وجہ ہونی چاہیئے۔ ورنہ یوں تو تمام قرآن مجید کے پڑھنے کا حکم ہے کیونکہ اسکا ہر ایک لفظ اور ہر ایک آیت موجب برکت و رحمت ہے۔ پس ضروری ہے کہ ان آیات کو دجال کے عقیدے کے ساتھ کوئی خاص مناسبت ہو۔

سو جب ہم اس سورۃ کے اوّل و آخر کو پڑھتے ہیں تو اسمیں ایک جماعت کا ذکر پاتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ دجّال گروہ کا نام ہے۔

(۲) آیت لخلق السموات والارض اکبر من خلق الناس (مومن ع) سے واضح ہوتا ہے۔ کہ دجّال بھی ایسی ایسی ایجادیں کریگا کہ لوگ حیرت میں آجائینگے۔ یہاں پر الناس سے مراد دجّال ہی ہے چنانچہ امام بغوی لکھتے ہیں وقال قوم اکبر ای اعظم من خلق الدجال ولکن اکثر الناس لا یعلمون یعنی الیھود الذین یخاصمون فی امر الدجال (تفسیر معالم التنزیل وغیرہ من التفاسیر و حجج الکرامہ ص[۴۸۲]) "بغوی در تفسیر خود گفتہ کہ ذکر دجال در قرآن ہم آمدہ و در قولہ تعالیٰ لخلق السموات الخ مراد بناس درینجا دجّال ست"۔ اور اسکی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ما بین خلق آدم الی قیام الساعۃ خلق اکبر من الدجال (مسلم) کنز العمال جلد ۷ ص[۱۹۹] و حجج الکرامہ ص[۴۸] پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ دجّال گروہ کا نام ہے۔

(۳) قلت یا رسول اللہ فاین العرب یومئذٍ قال ھم قلیل (مسلم) مشکوٰۃ جلد ۴ ص[۱۱۲] یعنی ام شریک سے روایت ہے، کہ میں نے رسول اللہ سے پوچھا کہ دجّال کے فتنہ کے وقت عرب لوگ کہاں ہونگے۔ فرمایا یہ تھوڑے ہونگے۔ اس سے بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ دجّال عظیم گروہ کا نام ہے جبھی اسکے مقابل میں عربوں کو قلیل فرمایا۔

(۴) یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ عزّ وجل ابی یغترون ام یجترون حتّیٰ حلفت لابعثن علیٰ اولئک منھم فتنۃ تدع الحلیم منھم حیران کنز العمال جلد ۷ ص[۱۴۷] یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک دجالی گروہ نکلیگا جو دنیا کو دین کے ساتھ ملا دیگا۔ یعنی دین کے بارے میں وہ لوگوں کے سامنے بکریوں کی کھال میں آئینگے۔ انکی زبانیں شہد سے بھی زیادہ میٹھی معلوم ہونگی مگر انکے دل بھیڑیوں کے سے ہونگے انکا یہ فتنہ خدا کو ایسا ناپسند ہے کہ اس نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے کہ وہ ضرور انکو تباہ و برباد کریگا۔ یختلون الدنیا بالدین میں دجّال کے لغوی معنوں کی طرف بھی اشارہ ہے (الدجل الخلط) نیز اسمیں انکے گمراہ کرنیکا طریق بھی بیان کیا گیا ہے کہ انکا باطن وہ نہیں ہوگا جو وہ ظاہر کرینگے بلکہ ملمع ساز ہونگے یہی دجالیت ہے یہ حدیث بھی دجّال کے گروہ ہونے پر ایک واضح دلیل ہے۔ علاوہ بریں دجال کو صرف ایک شخص قرار دینا اور پھر کل دنیا پر اسکا تسلط ہو جانا قرین قیاس نہیں۔ کیونکہ ایک شخص اکیلا ہو کر کیونکر کل مخلوقات پر مسلط ہو سکتا ہے جبکہ وہ ہو بھی اندھا یا کانا۔ فتفکروا یا اولی الالباب۔

تتمّہ

یہ بتایا جاچکا ہے کہ نبی کریم صلعم نے دجّال کے متعلّق جو مختلف علامات وصفات بیان فرمائے ہیں۔ انمیں سے بعض تو قومی علامات ہیں۔ اور بعض افرادی۔ اور سب کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے دجّال ہی رکھا ہے اسلئے کہ الدجال اسم جنس ہے جو ہر اس فرد یا گروہ پر صادق آتا ہے جو اسلام کے مٹانے اور نیست ونابود کرنے میں کوشاں ہو۔ اور اپنے حال یا قال سے نبوّۃ بلکہ ربوبیّت والُوہیّت کا مدّعی ہو۔ اور یا اسلئے کہ الدجّال دراصل شیطان کا اسم اعظم ہے اور وہ ایک فرد ہے اور باقی اسکے مظہر اور بروز ہیں جنمیں سے کوئی اس کا مظہر اتم ہے اور کوئی ناقص۔

پس الکفر ملۃ واحدۃ کے مطابق جسقدر طاقتیں اور افواج شیطانی دینِ حق اور منشاءِ الٰہی کے خلاف زور مار رہی ہیں۔ وہ علیٰ حسب مراتب دجّال ہیں (التابع فی حکم المتبوع)

چند کار آمد حوالے

(نمبر ۳)

(۱)

لَکَانَ عُمرُ کا بہترین حل

ترمذی میں ایک حدیث آتی ہے لوکان بعدی نبی لکان عمرُ۔ غیر احمدی اسکو بھی موانع نبوّت میں سے پیش کیا کرتے ہیں۔ اور کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ پہلے نبی بنتے کیونکہ انکے حق میں تو یہ بھی وارد ہوا ہے۔ کہ اگر میری بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔ اوّل تو خود ترمذی نے آگے کہدیا ہے ھذا احدیث غریبؔ کہ یہ حدیث غریب ہے۔ دوم صحیح حدیث میں آتا ہے۔ کہ سب موجودہ متنفس (جنمیں حضرت فاروقؓ بھی شامل ہیں) ایک سَو سال کے اندر فوت ہوجائینگے۔ کہ اگر عمرؓ کی زندگی یعنی زیادہ سے زیادہ سَو سال تک نبی کی ضرورت پیش آئی ہوتی۔ تو حضرت عمرؓ کو نبی بنادیا جاتا۔ گویا بعد اتصالی ہے اور سَو سال والی حدیث اسکا قرینہ ہے۔

سوم جس طرح آیات قرآنیہ کی قرأتیں ہوتی ہیں اسی طرح احادیث کے طرق ہوتے ہیں۔ جس طرح ایک قرأت دوسری کے معنوں کی تصیح کرتی ہے ایسے ہی ایک طریق حدیث دوسرے کا شارح ہوتا ہے۔ اس حدیث کے دوسرے طریق سے بات بالکل حل ہوجاتی ہے۔ علامہ مُلّا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:۔ وَفِی بَعْضِ طُرُقِ هٰذَا الْحَدِیْثِ لَوْ لَمْ اُبْعَثْ لَبُعِثْتَ یَا عُمَرُ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ صفحہ ۵۳۹ مطبوعہ مصر) کہ اس حدیث کی دوسری روایتوں میں یہ الفاظ آئے ہیں۔ کہ اگر میں مبعوث نہ کیا جاتا یعنی نبی نہ بنایا جاتا تو اے عمرؓ تو نبی اور رسول بنایا جاتا۔" اسی حدیث کی اس دوسری روایت سے واضح ہوگیا کہ اس کا صرف یہ مطلب ہے۔ کہ اگر نبی کریم صلعم مبعوث نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ اس قابل تھے۔ کہ انکو مبعوث کیا جاتا۔ نہ یہ کہ آئندہ ابدی طور پر

باب نبوّت کو مسدود قرار دیا گیا ہے ؂

(۲)

کیا تخلف وعید سے علم باری میں نقص لازم آتا ہے؟

عام طور پر وعیدی پیشگوئیوں کے متعلق سُنّت الٰہیہ سے ناواقف لوگ کہا کرتے ہیں۔ کہ اس طرح تخلف وعید سے خدا تعالیٰ کا تخلف علم اور جھوٹ لازم آتا ہے۔ ایسے لوگوں کیلئے علّامہ ابو الطیب کا مندرجہ ذیل حوالہ یاد رکھنا چاہیئے آپ بخاری کی طرح میں تحریر کرتے ہیں۔ "اِنَّ الْوَعِیْدَ قَدْ یُخْلِفُہُ الْکِرَامُ وَالْکَرِیْمُ عَلَی الْحَقِیْقَۃِ سِوَاہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا ضَیْرَ فِیْ اِخْبَارِ اَشْرَفِ الْخَلْقِ اِذَنْ بِوَعِیْدِ اللّٰہِ اِذْ ھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صِدْقٌ وَتَحَقُّقُ مَضْمُوْنِہٖ وَعَدْمُہٗ شَیْءٌ اٰخَرُ وَلَا یَلْزَمُ مِنْ تَخَلُّفِ الْوَعِیْدِ تَخَلُّفُ الْعِلْمِ بَلْ خُلْفُ الْوَعِیْدِ یَکُوْنُ مُطَابِقًا لِلْعِلْمِ مَثَلًا لَوْ تَوَعَّدَ اللّٰہُ شَخْصًا بِاَنَّہٗ مُعَذَّبٌ ثُمَّ تَبَیَّنَ لَنَا فِی الْاٰخِرَۃِ اَنَّہٗ مُنَعَّمٌ دَلَّ عَلٰی اَنَّ اللّٰہَ تَعَلَّقَ عِلْمُہٗ اَزَلًا بِاَنَّہٗ لَا یُعَذَّبُ" (عون الباری بر حاشیہ نیل الاوطار جلد ۶ صفحہ ۲۹۵) "تحقیق کریم اور شریف انسان بسا اوقات وعید کو ترک کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون کریم ہے باقی آنحضرت صلعم کا وعیدی پیشگوئیاں کرنا اسمیں کوئی حرج نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات میں تو سچ ہیں۔ ہاں انکے مضمون کا وقوع پذیر ہونا یا نہ ہونا یہ علیحدہ بات ہے اور وعید کے ٹل جانے سے اللہ تعالیٰ کے علم پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ کیونکہ وعید کا ٹل جانا بھی علم الٰہی کے ماتحت ہی ہوتا ہے۔ مثلاً اگر اللہ تعالیٰ کسی کو ڈراوے کہ اسکو عذاب دیا جائیگا۔ پھر ہمیں معلوم ہو کہ اسپر تو انعام کیا گیا ہے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے ہی علم تھا۔ کہ اس شخص کو عذاب نہیں دیا جائیگا۔"

اس وضاحت کے باوجود اعتراض کرنا تعصب اور ضد نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳)

انبیاءؑ اور انکی وراثت

بہت سے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی نبوّت اور رسالت سے انکار کرتے ہوئے کہا کرتے ہیں۔ کہ اگر حضرت مرزا صاحبؑ نبی تھے۔ تو آپکی وراثت کیوں چلی کیونکہ آنحضرت صلعم نے صاف فرمایا ہے۔ لَا نُوْرَثُ مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ (بخاری) کہ ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا۔ لہٰذا حضرت مرزا صاحب نبی نہ تھے۔ انکے لئے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ قاعدہ عام نہیں اور ہر نبی اس پیمانہ سے نہیں ناپا جا سکتا کیونکہ خود قرآن پاک میں وارد ہوا ہے۔ وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ (النمل ع ۲) کہ سلیمانؑ اپنے باپ داؤدؑ کے وارث ہوئے۔ دیکھئے اسجگہ وارث اور مورث دونو نبی تھے۔ اسی طرح حضرت زکریاؑ نے حضرت یحییٰؑ کے لئے دعا کرتے ہوئے عرض کی۔ فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ۙ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ (مریم ع ۱) کہ مولا وہ مولود میرا اور بعض آل یعقوب کا وارث ہو۔ پس اگر داؤدؑ سلیمانؑ۔ اور زکریاؑ یحییٰؑ میں سلسلہ وراثت ہونے سے انکی نبوت پر کوئی حرف نہیں آتا تو اس سے حضرت اقدسؑ پر کیونکر اعتراض ہو سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ ہمیشہ سے اکابر سلف یہی مانتے آئے ہیں۔ کہ یہ بات عام نہیں بلکہ آنحضرت صلعم سے ہی مختص ہے۔ چنانچہ جب ارض فدک

وغیرہ کے متعلق حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ میں تنازع ہُوا۔ اور وہ فیصلہ کیلئے حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوئے وہاں پر حضرت عثمانؓ۔ عبدالرحمٰنؓ بن عوف۔ الزبیرؓ۔ سعدؓ وغیرہ جیسے جلیل الشان صحابہؓ کی موجودگی میں حضرت عمرؓ نے فرمایا "ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نفسہٗ فقال الرھط قد قال ذالک" (بخاری کتاب الفرائض جلد ۴ صفحہ ۱۱۸) کہ تم جانتے ہو۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ ہم مورث نہیں بنائے جاتے بلکہ ہم جو چھوڑینگے وہ صدقہ ہوگا اور اس سے مراد آنحضرت صلعم نے صرف اپنے آپکو لیا تھا۔ سب گروہ نے کہا کہ ہاں ضرور فرمایا تھا"۔ اور ادھر ازواج مطہرات کو مخاطب کرکے حضرت عائشہؓ نے فرمایا "الم تعلمن ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید بذالک نفسہ" کہ کیا تم کو معلوم نہیں کہ سرور کائنات نے فرمایا تھا۔ کہ ہمارا کوئی وارث نہ ہوگا اور اس سے مراد حضورؐ کی اپنا نفس نفیس تھا بس" (بخاری کتاب المغازی حدیث بنی النضیر جلد ۳ صفحہ ۱۲)

حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ قرون اولیٰ میں اور صحابہ کرام کے عہد میں اس ارشاد نبوی کا یہ مطلب لیا جاتا تھا۔ کہ کسی نبی کا بھی سلسلہ وراثت نہیں چلتا۔ بلکہ یہ صرف آنحضرت صلعم کی خصوصیت ہے پھر اس حدیث کی شرح میں مُلّا علی قاریؒ لکھتے ہیں: "خالف الحسن البصری فی المسئلۃ العامۃ وقال ھذا الحکم مختص بنبینا صلے اللہ علیہ وسلم لقولہ تعالیٰ یرثنی ویرث من اٰل یعقوب ..... وقال ابن علیۃ ان ذالک لنبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام وقال الامامیۃ ان جمیع الانبیاء یورثون"۔ (مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۰۰) یعنی حضرت حسن بصریؒ اور امام ابن علیہ نے فرمایا۔ کہ وراثت کا نہ چلنا صرف ہمارے نبی صلعم سے خاص ہے نہ کہ ہر ایک نبی کے لئے اور امامیہ گروہ تو سب نبیوں کی وراثت کے قائل ہیں۔

(۴)

لفظ "خاتم النبیین" کا مقتضیٰ

نواب صدیق حسن خانصاحب تحریر فرماتے ہیں۔ "چوں باری تعالیٰ آنحضرت را خاتم پیغمبران گردانیدہ کما قال ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین پس مثل وی در خارج بحسب منطوق ایں آیہ واقعہ موجود شدنی نیست"۔ (بغیۃ الرائد فی شرح العقائد صفحہ ۱۲۸)

(۵)

ختم نبوۃ کا مفہوم

حضرت سید عبدالقادر جیلانیؒ "فناء فی اللہ" کے ذکر میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ اس مقام پر پہنچکر صوفی "خاتم الاولیاء" بنجاتا ہے اور ولائیت اسپر ختم ہوجاتی ہے چنانچہ آپکے الفاظ یہ ہیں۔ "بِكَ تُختَمُ الوِلَايَةُ" تب تجھ پر ولائیت ختم ہوجائیگی"۔ (فتوح الغیب صفحہ ۳۳ نولکشور)

کیا اس سے یہ مراد ہے۔ کہ ایسے فانیوں کے بعد ولائیت بند ہوجاتی ہے؟ نہیں بلکہ اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص کامل ولی بنجاتا ہے

چنانچہ شیخ عبدالحق صاحب محدّث دہلوی اسکی شرح میں فرماتے ہیں:۔ " درزمان تو مرتبۂ ولایت وکمال تو فوق کمالات ہمہ ہاشد وقدم تو برگردن ہمہ افتد" (صفحہ مذکور)

پس "ختم نبوۃ" اور "خاتم النبیین" آنحضرت صلعم کے افضل اور اکمل ہونیکی دلیل ہیں نہ یہ کہ آپکے بعد باب نبوت مسدود ہے مذکورہ بالا مفہوم میں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے فرمایا ہے ؎ ہست او خیر الرسل خیر الانام ÷ ہر نبوت را بروشد اختتام

--:(۶):--

کیا آخری نبی ہونا فضیلت ہے؟ حضرت ارمیاء علیہ السّلام کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء بنی اسرائیل میں سے آخری نبی بنایا جسپر وہ سخت روئے اور کہنے لگے:۔ " لَوْ اَرَادَ بِیْ خَیْرًا مَا جَعَلَنِیْ اٰخِرَ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ "۔ " اگر اللہ تعالیٰ کا میرے متعلق ارادہ خیر ہوتا تو مجھے انبیاء بنی اسرائیل میں سے آخری نبی نہ بناتا" (تفسیر ابن جریر جلد ۳ صـ۲۳)

--:(۷):--

نبی کس قسم کا "شاعر" نہیں ہوتا؟ بہت سے لوگ ہیں جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السّلام کے ابیات کو دیکھکر اعتراض کردیا کرتے ہیں کہ قرآن میں تو لکھا ہے کہ نبی شاعر نہیں ہوتا اور حضرت مرزا صاحب شاعر ہیں پھر آپ کیونکر نبی ہوسکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی آگاہی کیلئے یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ قرآن کریم میں شاعر سے مراد شعر کہنے والا نہیں ہوتی بلکہ اس سے مراد کاذب ہوتی ہے جیسا کہ امام راغب فرماتے ہیں:۔ " اِنَّ الشَّاعِرَ فِی الْقُرْاٰنِ عِبَارَۃٌ عَنِ الْکَاذِبِ بِالطَّبْعِ "۔ " کہ تمام قرآن مجید میں شاعر سے مراد کاذب بالطبع ہے"۔ (مفردات راغب برحاشیہ نہایہ جلد ۱ صـ۱۳۶)

--:(۸):--

یدفن معی فی قبری اس حدیث میں قبر سے ظاہری قبر مراد نہیں لیجاسکتی کیونکہ لکھا ہے:۔ " ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا اکرم علی ربی من ان یترکنی فی قبری بعد ثلاث "۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ پیارا ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد قبر میں چھوڑے " پس جب آنحضرت صلعم ہی اس قبر میں نہیں کہ حضرت مسیح کی سمائی جائیگی

--:(۹):--

قبل موتہ کا مرجع علامہ ابو الفضل لکھتے ہیں:۔ " ویؤید ذالک انہ قرء الا لیؤمنن بہ قبل موتھم بضم النون وعود ضمیر الجمع لاحد ظاہر لکونہ فی معنی الجمع وعودہ لعیسیٰ علیہ السّلام غیر ظاہر وا خرج ابن المنذر وغیرہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ فسّر الآیۃ کذالک "۔ ترجمہ حضرت ابی بن کعب نے قبل موتہ کی دوسری قرأت " قبل موتھم " پڑھی اور جمع کی ضمیر کا احد یعنی اہل کتاب کے افراد کی طرف لوٹنا ہی ظاہر اور صاف ہے اور اس کا مرجع حضرت عیسیٰ کو خیال کرنا رکیک تاویل ہے اور ابن المنذر وغیرہ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اس آیت کی یہی تفسیر کی (یعنی موتہ کی ضمیر کا مرجع اہل کتاب کو قرار دیا نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو)

(روح المعانی جلد ۲ صـ۲۱۳)

(۱۰)

رفعہ اللہ الیہ کے معنی

غیر احمدی احباب آیت ہذا کو حضرت مسیحؑ کی زندگی اور ان کے جسم سمیت آسمان پر جانیکے ثبوت میں بطور نص پیش کیا کرتے ہیں۔ لیکن یہ معنی جس طرح نصوص قرآنیہ کے مخالف ہیں ویسے ہی تصریحات ائمہ کے بھی خلاف ہیں چنانچہ علامہ شہاب الدین آیت فوق کل ذی علم علیم کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"وفوق العلماء کلھم علیم ھم دونہ یرفع من یشاء یقربہ الیہ بالعلم کما رفع یوسف علیہ السلام"

"اللہ تعالیٰ سب علماء سے زیادہ علیم ہے۔ وہ جس کا چاہتا ہے رفع کرتا ہے یعنی اسکو اپنا علم عطا کرتا ہے جیسا کہ اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کا رفع کیا تھا" (روح المعانی جلد ۴ صفحہ ۹۳)

کیا حضرت یوسفؑ اور دیگر اولیاء و انبیاء جسم سمیت آسمان پر چلے گئے تھے؟ اور پھر امام راغب فرماتے ہیں:۔

"وتارۃً فی المنزلۃ اذا شرفتھا نحو قولہ ورفعنا بعضھم۔ نرفع درجات من نشاء رفیع الدرجات بل رفعہ اللہ الیہ یحتمل رفعہ الی السماء ورفعہ من حیث التشریف" (مفردات راغب زیر لفظ رفع)

"کہ رفع سے مراد مرتبہ کا رفع بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیات رفعنا بعضھم۔ نرفع درجات من نشاء رفیع الدرجات اور بل رفعہ اللہ الیہ میں مراد لیا گیا ہے۔ ہاں موخر الذکر آیت میں احتمال ہے کہ رفع الی السماء مراد ہو یا رفع من حیث المرتبۃ ہو"

اس اقتباس سے یہ ظاہر ہے۔ کہ امام مذکور کے نزدیک آیت رفعہ اللہ الیہ میں "رفع روحانی" بھی مراد ہو سکتا ہے باقی "الی السماء" کا احتمال آیت فیھا تحیون وفیھا تموتون ومنھا تخرجون (اعراف ع۲) سے باطل ہو جاتا ہے۔

(۱۱)

کیا "واذ کففت عنک بنی اسرائیل" میں مسیحؑ کو پکڑنے کی بھی نفی ہے؟

غیر احمدی آیت سے یہ استدلال کیا کرتے ہیں۔ کہ یہود مسیحؑ کو ہاتھ بھی نہ لگا سکے۔ اور خدا نے انکو زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر اٹھا لیا۔ اور احمدی عقیدہ کہ مسیحؑ کو یہود نے ہر طرح سے دکھ دیا اور پکڑا مگر خدا نے آپکو انکے ہاتھ سے بچا لیا کی بھی اس سے تردید کیا کرتے ہیں لیکن انکا یہ استدلال غلط ہے۔ کیونکہ آیت "وھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم ببطن مکۃ من بعد ان اظفرکم علیھم وکان اللہ بما تعملون بصیرا" (الفتح ع۳) کا شان نزول یوں لکھا ہے:۔ "وعن انس رضی اللہ عنہ ان ثمانین رجلاً من اھل مکۃ ھبطوا علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من جبل التنعیم متسلحین یریدون غرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ فاخذھم واستحیاھم فانزل اللہ ھذہ الآیۃ" (عینی علی البخاری جلد ۵ صفحہ ۴۸ مطبوعہ مصر) "حضرت انسؓ راوی ہیں۔ کہ اہل مکہ میں سے اسی آدمی مسلح ہو کر جبل تنعیم سے آئے تا کہ نبی کریم صلعم اور صحابہؓ کی غفلت پا کر حملہ کر دیں آنحضرت صلعم نے ان کو پکڑ لیا تب یہ نازل ہوئی"

پس معلوم ہوا۔ کہ "کف الید" سے مراد قتل کر دینا ہے۔ جس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بچائے گئے محض مس کی نفی نہیں ہوتی ورنہ اس آیت پر اعتراض پڑیگا۔

ٹرکی میں مذہبی اصلاحات

مجوزہ زبردست تبدیلیاں

قسطنطنیہ ۱۹ر اکتوبر۔ مانچسٹر گارڈین ۲۷ ن ۲۵ رقمطراز ہے:-

اسلام کی مذہبی رسوم کی ریفارم اور ترمیم کے لئے ضرورت بڑھ رہی ہے۔ مساجد میں داخل ہونے سے قبل وضو کرنے مساجد میں ننگے پاؤں جانے۔ سجدے اور رمضان کے روزے رکھنے کے ترک کر دینے کی تائید میں خیالات کی زبردست رَو چل رہی ہے۔ نماز۔ قرأت۔ اور خطبہ کو بہتر صورت میں لانے کیلئے بھی توجہ ضروری سمجھی گئی ہے۔ ریفارمرز (مصلحین) اس امر کو پیش کرتے ہیں کہ ان رسوم کی بجا آوری جن میں سے کثیر حصہ موجودہ قوانین حفظ صحت کے برخلاف ہے۔ موجودہ زمانے کے حالات کیلئے ناممکن ہے۔ اور مساجد کے (نمازیوں سے) خالی ہونیکی ذمہ وار۔ وہ صرف ان حالات کے مطابق عمل میں لائی جا سکتی تھیں۔ جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت تھی جبکہ پاؤں دھونے سے قبل تسموں والے بوٹ نہیں ہوتے تھے۔ جنکو اتارا جائے۔ اور جبکہ منہ اور ہاتھ دھونیکے وقت قمیص کے کف آسانی سے اوپر چڑھائے جا سکتے تھے۔ اب یہ رسم جو کہ اُسوقت در اصل ظاہر اور عملی صفائی کے لئے قائم کی گئی تھی۔ بالکل بے فائدہ بلکہ مذموم ہو چکی ہے۔ یہ وقت کو ضائع کرتی ہے۔ اور میل کو اور اکٹھا کرتی ہے۔ آج کل کے نمازیوں کو اپنے کوٹ۔ جرابیں اور بوٹ اتار کر مساجد کے متصل چشموں پر عموماً گلیوں میں پہلے وضو کے غیر مطبوع وغیر پسند عمل میں سے گذرنا پڑتا ہے۔ پھر وہ اپنے بازوؤں کے نیچے ایک تکلیف دہ طور پر کپڑوں کی گٹھری کو دبائے۔ جو ادھر ادھر اڑ رہی ہوتی ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہیں اور ان چٹائیوں پر سجدے کرتے ہیں۔ جو دوسرے نمازیوں کے ننگے پاؤں سے چلنے پھرنے کی وجہ سے گرد آلود ہو چکی ہے۔

رمضان کے متعلق بھی حرف گیری ہو رہی ہے۔ کہ یہ اب ناقابل عمل ہو چکا ہے۔ اور خوبیوں سے معرا۔ ترک اب نئی اقتصادی زندگی میں سرشار ہو رہا ہے۔ اور یہ واضح کیا گیا ہے۔ کہ ایسی زندگی میں سورج کے نکلنے سے لیکر غروب ہونے تک کھانے۔ پینے اور سموک کرنے (حقہ نوشی وغیرہ) سے قطعاً اور بکلی پرہیز سے کام نہیں چلتا۔ دوپہر تک سوتے رہنا۔ اور پھر راتیں تراویح میں اور تین چار بجے صبح تک ثقیل اور بے جا غذا ٹھونسنے میں گذار دینا ہی جسمانیت (صحت کے قواعد کے) خلاف ہے۔ اس لئے ریفارمرز روزے کی سختی کو بہت حد تک ہلکا کر دینے پر زور دے رہے ہیں۔ تاکہ یہ مذہبی رکن بالکل نابود ہی نہ ہو جائے۔ جس طرح کہ اب اسکو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ بلکہ اسکو کسی زیادہ موزون صورت میں قرار رکھا جائے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ یہ خیال کرنا کہ روزمرہ کی نماز یا روزہ اپنی موجودہ صورت میں ہمیشہ قابل عمل ہیں۔ بیہودہ خیال ہے۔ اور اس بات سے ڈرنا کہ اسلامی رسوم کی عقلی ترمیم کر دینے کے یہ معنی ہونگے کہ خود اسلام کو پس پشت ڈال دیا جائیگا

ایک بیوقوفانہ وہم ہے۔

مساجد میں خطاب کی بے ترتیبی

موجودہ طریق کے خطبوں میں بدنظمی بھی ایک امر ہے جسکے متعلق شکایت پیدا ہو رہی ہے اس امر کی ضرورت بار بار پیش کی جا رہی ہے کہ یہ گڑبڑی اب جلد سے جلد دور ہو جانی چاہیئے اور تمام واعظین کو آئندہ ملک کے مذہبی ڈیپارٹمنٹ سے اجازت حاصل کرکے یہ کام کرنیکا اختیار ہو سکیگا۔

کمال پاشا نے بہت سی مساجد میں وہ قرآن کریم تقسیم کر دیئے ہیں جنکا ابھی ابھی ترکی میں ترجمہ کروایا گیا ہے۔ وعظ کرنے کے لئے مسجد میں صرف ایک ہی ممبر ہونا چاہیئے۔ تاکہ ایک وقت میں صرف ایک ہی مولوی وعظ کر سکے۔ اس بے ڈھنگی کا اب خاتمہ ہونا چاہیئے۔ جسمیں کہ یہ وقتی واعظ جسوقت اور جس کونہ میں چاہتے ہیں۔ سامعین اکٹھے کرکے وعظ شروع کر دیتے ہیں۔ واعظوں کے نام مضامین جنپر وہ بولینگے (اور جو موجودہ روشنی کے مطابق ہونگے۔ اور نئے علمی مسائل کے متعلق ہونگے) اور انکے لیکچروں کے اوقات قبل از وقت شائع ہو جانے چاہئیں۔

نمازیں اور قرآن ترکی زبان میں پڑھے جائینگے۔ اور بوٹ پہنے ہوئے نمازیوں کے آرام و آسانی کے لئے مغربی طرز پر ہر مناسب تدبیر کام میں لائی جانی چاہیئے۔ ریفارمر امید کرتے ہیں۔ کہ اس طرح (اسلام) یعنی طریق عبادت کی ترمیم کر دینے سے اور رسوم کو آسان صورت میں لانے سے مذہب کی عملیات میں نئی زندگی پھونکی جائیگی۔ حکام انگورہ بھی اس اصلاح کی روح کے طبعی طور پر مؤید ہیں۔ اور وہ خود بھی مدرسۂ دینیات کو زیادہ بہتر بنیادوں پر چلانے اور ترقی دینے کے متعلق غور کر رہے ہیں۔ تاکہ ان خلافِ عقل رسمی باتوں اور وہموں سے نجات حاصل ہو جائے ؛

ریویو اُردو: مندرجہ بالا مضمون سے واضح ہے کہ دین اسلام کے متعلق ترکوں کے کیا ارادے ہیں ہم پچھلے رسالے کے ایک شذرہ میں لکھ چکے ہیں کہ ترکوں نے نہ صرف خلافت کو بلکہ سرے سے مذہب ہی کو خیر باد کہدیا ہے۔ انگریزی ٹوپی کا رواج حکماً دینا جمعہ کی بجائے اتوار مثلاً پردہ نسواں اٹھانا۔ مذہبی تعلیم کا مکاتیب سے بند کرانا تو معمولی تمدنی بات سمجھی جائیگی مگر اب اسکو کیا کہیئے گا کہ وہ نماز و روزہ کی اصلاح کے درپے ہیں۔ اور حماقت سے کہہ رہے ہیں کہ یہ موجودہ زمانہ کے مطابق نہیں۔ چند روز ہوئے زمیندار نے لکھا تھا جب تک ترک اسلامی ارکان پر قائم ہیں انپر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا دیکھئے اب اس کے جواز کے لئے کیا حیلہ بیان کرتے ہیں۔

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی ۵ تاریخ قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کف وکھانسی کی دوا

کھانسی ام الامراض ہے یہ مثل بالکل درست ہے کیونکہ کھانسی کی وجہ سے مختلف مرض پیدا ہوتا ہے سردی کے ابتداء میں کھانسی ہوتی ہے۔ اگر بروقت علاج نہ کیا گیا۔ تو سانس کی نلیوں میں بلغم جمع ہوجاتی ہے اور رفتہ رفتہ دم کی رکاوٹ پسلیوں میں درد۔ بخار۔ دق سل۔ مراق وغیرہ مختلف امراض میں مریض مبتلا ہوجاتا ہے لہٰذا سردی یا کھانسی شروع ہوتے ہی مناسب دوا کرنا لازم ہے ایسے مہلک مرض کا قلع قمع کرنے کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کردہ کف وکھانسی کی دوا ازحد مفید ہے وقت ضرورت کے لئے ہر گھر میں اسکی ایک شیشی موجود رکھنی چاہیئے قیمت فی شیشی کلاں ایک روپیہ چار آنے (۱؍۴) خورد دس آنہ (۱۰؍) محصولڈاک و پیکنگ آٹھ آنہ (۸؍) و چھ آنہ (۶؍)

دمہ دم کے ساتھ ہے۔ یہ بات صریح غلط ہے

کیونکہ ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کردہ "دمہ کی دوا" عرصہ ۴۲ سال سے ہندوستان کے ہر حصہ میں شہرت کے ساتھ مفید ثابت ہوئی اور لاکھوں مریض ہر سال شفا پا رہے ہیں۔ افسوس کہ اکثر مریض بازاری زیادہ تر نشیلی اجزاء دھتورہ۔ بھنگ۔ بلاڈونا۔ پوٹاس وغیرہ مضر اشیاء آمیز دوا استعمال کرکے بجائے فائدہ کے نقصان اٹھا کر مایوس ہو بیٹھتے ہیں۔ اور عمر غیر طبعی میں مارے جاتے ہیں۔ ڈاکٹر موصوف کی کیمیائی اصول سے بنائی ہوئی "دمہ کی دوا" ایک بیش قیمت جوہر ہے۔ اس کی ایک ہی خوراک سے دمہ موقوف ہوجاتا ہے اور کچھ روز کے استعمال سے جڑ سے نابود ہوجاتا ہے۔ اور کبھی دمہ کا دورہ نہیں ہوتا۔ ایک مرتبہ آزما کر دیکھئے قیمت فی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنہ (۱؍۸) محصولڈاک چھ آنہ (۶؍)

مفصل حالات دریافت کرنیکے لئے بڑی فہرست منگا کر دیکھئے

نوٹ۔ ہماری دوائیں ہر ایک دوکاندار اور ہماری ایجنٹوں کے پاس ملتی ہیں دوا منگانے سے پہلے آپ اپنے مقام کے دوکانداروں سے دریافت کیجئے

ڈاکٹر ایس۔ کے۔ برمن (پوسٹ بکس ۵۵۴) نمبرہ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ

ایجنٹ کی ضرورت ہے قواعد کے لئے درخواست کریں ؎

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاما محمودا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

ایڈیٹر ۔ قاضی محمد ظہور الدین ۔ اکمل

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے ۔ [illegible]

[illegible] طلبا [illegible] ریلیجنز [illegible]

نمبر (۲) | فروری سنہ ۱۹۲۶ء مطابق رجب المرجب سنہ ۱۳۴۴ھ | جلد (۲۵)

فہرست مضامین

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبد الرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع کیا

عرض حال

۱۔ یہ رسالہ ماہ فروری وی پی کیا گیا ہے۔ اور اس وی پی کی وصولی پر آئندہ رسالہ کے حجم اور اشاعت کا مدار ہے۔ خریدار اتنے کم ہیں کہ نہ صرف عملہ میں تخفیف کی ہے بلکہ حجم بھی ۸ صفحے کم کر دینا پڑا ہے۔ جو قابل افسوس امر ہے تاہم میں نے اس رسالہ کی لکھوائی ڈیوڑھی اُجرت پر ایسی گنجان و باریک کرائی ہے کہ ۶۰ صفحے کا مضمون آگیا ہے۔ اور مجھے فخر ہے کہ میں نے الدجال پر ایسا جامع و قیمتی مضمون حاصل کر کے شائع کیا ہے جو اصحاب بامعان نظر اسکا مطالعہ فرمائینگے انشاء اللہ بہت فائدہ اُٹھائینگے چند کارآمد حوالوں کا سلسلہ بھی نہایت مفید ہے ایک ایک حوالہ سینکڑوں صفحات کی دیدہ ریزی کا نتیجہ ہے۔

سلسلہ احمدیہ کا نیا لٹریچر

اس سال جلسہ سالانہ کے موقعہ پر بک ڈپو نے ہستی باری تعالیٰ نام سے وہ تقریر شائع کی ہے۔ جو حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہٖ نے ۱۹۲۱ء میں فرمائی تھی۔ حضور نے اسمیں نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے تمام اعتراضات کا جواب تسلی بخش دیا ہے بلکہ یہ بھی بتایا کہ ایمان باللہ سے ہم کیا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں قیمت عہ/ اسکے علاوہ اسلام اور قتل مرتد کے مسئلہ پر مولانا شیر علی صاحب کا مضمون شائع ہوا ہے۔ جو ایک نہایت ہی قابل قدر مجموعہ ہے۔ قیمت ۱؍ بہائی مذہب کی حقیقت پر مولانا فضل الدین صاحب کے ترشحات قلمی نے وہ کام کیا ہے کہ حسین علی کی ملمع بہاء پر اوس ڈال دی ہے۔ جو شخص ایک نظر یہ کتاب دیکھ لے گا انشاء اللہ العزیز کبھی اہل بہاء کے ہتھے نہیں چڑھے گا انہی کی معتبر و مستند کتب سے ثابت کیا ہے کہ حسین علی مدعی الوہیت و شریعت جدیدہ تھا اور تقیہ ان لوگوں کا شعار ہے۔

۲۔ برادر محمد یامین صاحب تاجر کتب نے حدوث روح و مادہ ایک علمی کتاب مصنفہ سید محمد اسحٰق صاحب مولوی فاضل شائع کرنے کا فخر حاصل کیا ہے جس پر مفصل میں پھر لکھونگا اسوقت صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ آریہ سماج میں اگر علمی فقدان نہیں اور ان کا کوئی ودوان سنجیدگی کے ساتھ کسی مسئلہ کی تحقیق کر سکتا ہے تو وہ اسے پڑھے اور جواب کے لئے سامنے آئے۔ اسکے علاوہ نغمۂ مکمل حصہ ہفتم بھی شائع کیا ہے چھ حصے پہلے موجود ہیں اصحاب ذوق قدردانی فرمائیں قیمت ۱ر۔ احمدی جنتری ۱۹۲۶ء مباحثہ آریہ سماج بھی نہایت مفید رسالے ہیں۔

کتاب گھر نے خزینۃ العرفان حصہ ششم اور احمدیہ پاکٹ بک کا نیا ایڈیشن نکالا ہے جزاہم اللہ احسن الجزاء احباب کو چاہیئے کہ تاجران کتب کی حوصلہ افزائی فرمائیں کیونکہ لٹریچر ہماری قومی زندگی اور دعوۃ و تبلیغ کا ذریعہ ہے

الاستخلاف شیعوں کی تردید صرف آیات قرآنی سے بار دوم شائع ہوئی ہے قیمت ۴ر

آئینہ احمدیت اسپر مفصل میں دوسرے رسالے میں لکھونگا عیسائیوں کی تردید میں ایک جامع کتاب ہے ایک روپیہ قیمت منیجر تجارت آفس محلہ شاہ کنشہ لاہور سے منگوالیں ✦